از

حضرت شیخ الحدیث علامہ مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ

بہ تحشیہ

حضرت مولانا الحاج محمد امام الدین صاحب

خلیفہ شیخ الحدیث مہاجر مدنی

مقدمۂ علم حدیث

از

حضرت شیخ الحدیث علامہ مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

بہ تحشیہ

حضرت مولانا الحاج محمد امام الدین صاحب

خلیفہ شیخ الحدیث مہاجر مدنی

شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم بہادر گنج

ضلع کشن گنج (بہار)

نام کتاب ـــــــ مقدمۂ علمِ حدیث

سالِ طباعت ـــــــ ۱۴۱۷-۱۸ھ م ۱۹۹۶ء

ناشر ـــــــ شیخ الحدیث لائبریری منور منزل پوناسی
ضلع کشن گنج، بہار

باہتمام ـــــــ محبوب عالم مالک شیخ الاسلام بک سنٹر
حبیب کمپلیکس لائن بازار، پورنیہ

کتابت ـــــــ مجاہد الاسلام عثمانی آشیانہ کالونی
نزد عیدگاہ، خزانچی ہاٹ، پورنیہ

ہدیہ ۱۵/ روپے

ملنے کے پتے

- غلمان یزدانی شیخ الحدیث لائبریری منور منزل پوناسی
ڈاکخانہ سونتھا ضلع کشن گنج، بہار پن ٥٨٥١٥
- شیخ الاسلام بک سنٹر حبیب کمپلیکس لائن بازار، پورنیہ، بہار
- امامیہ بکڈپو ادارا ذنگر بربٹہ۔
- صادق کتاب گھر، بھومنزلہ بازار، پورنیہ، بہار
- شیخ الحدیث بکڈپو، مرزا غالب روڈ، ارریہ
- اپنا کتب خانہ کیٹھار

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

کے اجل خلیفہ

شیخ الحدیث حضرت الحاج مولانا محمد امام الدین صاحب خلیل آبادی (بہاری)

مختصر سوانح حیات اور کارنامے

آباو اجداد حضرت خلیل آبادی کا اسم گرامی امام الدین بن شیخ نجف علی بن مجا علی ہے۔ ۱۰ر محرم ۱۳۴۰ھ کو خلیل آباد کھاتو ٹولی میں پیدا ہوئے جو بہار کے ضلع پورنیہ کا ایک قدیم گاؤں ہے۔

ابتدائی تعلیم ابتدائی تعلیم قاعدہ بغدادی سے لے کر فارسی میں دیوان غنی، دیوان ہلالی مینا بازار وغیرہ تک مختلف مقامی اساتذہ سے پڑھیں۔

کمہروا۔ شاہ آباد آرہ ابتدائی عربی تعلیم مدرسہ قمر گنج کمہروا ضلع پورنیہ میں شروع فرمائی پھر شاہ آباد آرہ چلے گئے اور پنج گنج، نحو میر تک پڑھا

دار العلوم مئو ناتھ بھنجن صفر ۱۳۵۹ھ میں مدرسہ دار العلوم مئو ناتھ بھنجن میں داخل ہوئے اور چار سال تک تعلیم حاصل کی۔

مظاہر علوم سہارنپور ۲۶ر شوال ۱۳۶۲ھ میں مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے۔

فراغت ۱۳۶۵ھ میں دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے اور اپنے درجے میں اول آئے۔

دار العلوم دیوبند کے تین سال مظاہر علوم سہارنپور سے دورۂ حدیث

کی فراغت کے بعد ۱۳۶۵ھ میں آپ دیوبند تشریف لے گئے اور داخلہ لیا ۱۳۶۸ھ تک یعنی تین سال تک وہیں پڑھتے رہے۔ آپ دیوبند دورۂ حدیث پڑھنے کا ولولہ و شوق لے کر گئے تھے مگر اللہ کو منظور نہ تھا۔ ۷ رجب ۱۳۶۷ھ کو والد محترم کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور مجبور ہو گئے۔

الہ آباد یونیورسٹی سے عالم

آپ دیوبند میں پڑھ رہے تھے اسی درمیان میں الہ آباد یونیورسٹی کے عالم کا امتحان مدرسہ اشاعت العلوم بریلی سے دیا تھا اور درجہ دوم میں کامیابی حاصل فرمائی تھی۔

شیخ مسند درس و تدریس پر

دیوبند سے تشریف لانے کے بعد آپ نے مدرسہ عماد الاسلام ہانڈی بھاگہ میں دو سال پھر مدرسہ منبع العلوم خلیل آباد کھتاٹولی میں دس ماہ اور مدرسہ رحمانیہ کنی ہاٹ سونتھا میں مدرس اول کی حیثیت سے مکمل تین سال درس دیا۔

دار العلوم لطیفی کیٹھار

اخیر شوال ۱۳۷۳ھ سے دار العلوم لطیفی کیٹھار میں درس و تدریس پر مامور ہوئے اور ۳۳ سال تک شیخ التفسیر و شیخ الحدیث اور صدر مدرس کی حیثیت سے فرائض منصبی انجام دیتے رہے۔

شیخ الحدیث دار العلوم بہادر گنج

اور اب ۱۴۰۷ھ سے دار العلوم بہادر گنج ضلع کشن گنج بہار میں شیخ الحدیث و صدر المدرسین کے منصب پر جلوہ افروز ہیں۔

دیگر دینی مشاغل

درس و تدریس کی اہم ذمہ داریوں کے علاوہ آپ خود کو مختلف دینی کاموں میں مصروف رکھتے ہیں، درس کے علاوہ جو وقت بھی بچتا ہے اسکو تبلیغ کی سرپرستی، تبلیغی اجتماعات میں شرکت، جلسوں میں

وعظ و پند اور دشوار گذار راستوں کو قطع فرما کر رشد و ہدایت کی خدمات میں لگائے رکھتے ہیں، وقت کا کوئی لمحہ ضائع نہیں فرماتے۔

سہارنپور کے اعتکافوں میں شرکت اور اپنے مقام پر اعتکاف مزید براں رمضان شریف کے مبارک دنوں میں آپ بالکل اپنے شیخ و مرشد حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مہاجر مدنیؒ کے نقش قدم پر یاد الٰہی اور اعتکاف کی مجلسوں کو آراستہ کر کے طالبین و متوسلین کی نگرانی و تربیت فرمایا کرتے ہیں۔ حضرت شیخ حدیث مہاجر مدنی نے جب سے سہارنپور میں پورے ماہ مبارک کا اعتکاف شروع فرمایا ہے جبھی سے آپ اسمیں برابر شریک رہے اور انہی کے حکم کے مطابق ۱۳۹۳ھ سے آپ اپنے مقام پر مختلف جگہوں میں احباب کے ساتھ اعتکاف فرمایا کرتے ہیں

مجالس ذکر کا قیام اپنے احباب اور اپنے متوسلین میں اخلاص کی کمی کو محسوس کرتے ہوئے اپنے مختلف مقامات پر ذکر کی مجلسیں لگ بھگ ڈیڑھ سال سے قائم فرمائی ہیں۔ بحالات موجودہ ۲۸ مقامات ذکر کی مجلسیں قائم ہیں جن کا مرکز جامع مسجد امداد نگر بربٹہ ہے۔ ان مقامات پر ہر ماہ ذکر کی مجلسیں لگتی ہیں اور حضرت شیخ حدیث مہاجر مدنیؒ کے پروگرام کے مطابق پابندی سے ان مجلسوں میں ذکر جہری و ذکر خفی کی تعلیم و تربیت ہو رہی ہے، بیعت ہونے والے بیعت ہوتے ہیں، پرانے نئے سبق پڑھاتے ہیں اور نجی مشورے اور دعا، تعویذ والے بھی اپنا مقصد پورا کرتے ہیں۔

بیعت۔ رجوع۔ خلافت آپ کو بیعت کا شرف حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے ۱۳۷۵ھ میں کشن گنج بہار

میں حاصل ہوا اور انکے وصال کے بعد ۱۳۷۸ھ کو حضرت شیخ الحدیث مہاجر مدنی
سے رجوع فرمایا اور ۲۹ رمضان ۱۳۸۶ھ کو بیعت وخلافت سے نوازے گئے۔

سفر حج آپ ۱۳۸۳ھ میں حج اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔

عقد نکاح، اولاد آپ کا پہلا نکاح ۱۳۷۰ھ میں ہوا جس سے نو اولاد ہوئی جن
میں سے تین لڑکے اور تین لڑکیاں موجود ہیں، بڑے صاحبزادے
مولوی محمد ضیاء الدین صاحب دار العلوم مئو سے فارغ ہیں، دوسرے صاحبزادے
حافظ عاقل ظفر مقامی مدرسہ میں استاد ہیں، تیسرے محمد صلاح الدین زیر تعلیم ہیں، سب سے
بڑی لڑکی ریحانہ خاتون صاحبہ کی شادی مولانا محمد عابد انور صاحب فاضل دیوبند
سے ہوئی ہے جو مدرسہ رحمانیہ نئی ہاٹ سونتھا میں درس و تدریس کا کام انجام دے رہے ہیں
دوسری راشدہ خاتون اور شکیبہ خاتون ہیں۔

دوسری شادی اور اولاد پہلی اہلیہ محترمہ کا انتقال ۲ ذی قعدہ ۱۴۰۰ھ
میں ہوگیا اسلئے آپنے دوسری شادی محمد اسلام الدین
صاحب بنگواں کی صاحبزادی سے کی ہے جن سے بھی کئی بال بچے ہیں۔

اکمل یزدانی جامعی
منور منزل
شیخ الحدیث لائبریری پوناسی، کشنگنج (بہار)

عرضِ حال

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد!

یہ ناکارہ ۱۳۶۴ھ اور ۱۳۶۵ھ میں مدرسہ عربیہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں دورہ حدیث میں شریک درس تھا اور اس زمانہ میں سیدی وسندی ومرشدی حضرت شیخ الحدیث علامہ مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ ابوداؤد کے دونوں جلدوں کا درس دیا کرتے تھے، اور بخاری شریف جلد اوّل کا افتتاح وآغاز حضرت مولانا وحافظ سید عبد اللطیف صاحب ناظمِ اعلیٰ مظاہر علوم کے یہاں ہوا کرتا تھا۔ کتاب الایمان تک پڑھانے کے بعد بخاری شریف جلد ثانی کی تدریسی خدمات ناظم موصوف انجام دیا کرتے تھے اور پھر بخاری شریف جلد اوّل کا درس حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں منتقل ہو جاتا تھا اور کتاب الایمان سے اخیر تک پھر آپ ہی تدریسی خدمات انجام دیتے تھے، حضرت نے ابوداؤد شریف کے افتتاح کے موقع پر ایک جامع علمی تقریر کی تھی، تقریر کے مضمون کا حسین گلدستہ تحریری شکل میں سیاہ کار کے پاس بطور امانت کے موجود تھا، عرصہ دراز کے بعد یہ داعیہ پیدا ہوا کہ کاش یہ گرانمایہ حسین گلدستہ منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو جائے تو امید قوی ہے کہ علماء، مدرسین، طلبہ دورۂ حدیث اور موقوف علیہ اس کے مطالعہ سے علی الوجہ الاتم مستفید ہو سکتے ہیں، مگر گلدستہ کو حسن ترتیب سے سجانا اور ایک عظیم المرتبت شخصیت کی طرف مضامین کا انتساب کرنا پھر وہ شخص جس کا قلم تحریر کے وسیع میدان میں رواں دواں نہ ہو اور قلم برداشتہ تحریر کرنے کی عادت اور طور طریقہ معلوم نہ ہو اور اس سے قبل کبھی بھی مستقل ترتیب و تزئین و تحشیہ و تعلیق کا کام بھی نہ کیا ہو،

اپنی بے بضاعتی اور وقت کی تنگ دامانی اس اہم کام کی ذمہ داری سے مانع بنی، سچی بات تو یہ ہے کہ اعتماد و توکل ذات باری تعالیٰ پر کی، پونجی کے سوا اس سراپا عجز و نیاز کے پاس کوئی ساز و سامان نہیں، ان تمام عوائق و مواقع کے باوجود ذات باری تعالیٰ پر توکل و اعتماد کرتا ہوا فخر المحدثین امام العارفین شیخ المشائخ حضرت شیخ الحدیثؒ کی تقریر جو میرے لئے گنجینۂ گراں مایہ تھی، مزید برآں اس پر حواشی کا اضافہ مجھ ہیچمدان کے لئے جو چھوٹا منھ بڑی بات کے مترادف ہے، جن میں اکثر جگہوں میں حضرت ہی کی شروح سے مدد لی گئی ہے، حقیقت میں حواشی میں حضرت ہی کا دست کرم کار فرما ہے، کتاب اور حواشی میں امام ابو داؤد کی مسلک کی تعیین و تشخیص میں حضرت شیخ قدس سرہٗ کا تحقیقی جائزہ آپکو نظر آئے گا اور تدوین و تالیف علم حدیث کے بارے میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی علمی تحقیقات کا عکس جمیل بھی حاشیہ میں آپ کو نظر آئے گا۔ طلباء کرام ناظرین عظام کی خدمات میں پیش کر کے امید کرتا ہوں کہ اس ناکارہ و نابکار کے اس جہد مقل کو قبول فرما کر حوصلہ افزائی فرمائیں گے، اور اگر کتاب و حواشی میں کسی غلطی و خطا پر مطلع ہوں تو ازراہِ کرم ضرور انتباہ فرمائیں گے، اور غلطی و خطا کا انتساب ناکارہ کی طرف کریں گے، حضرت شیخ قدس سرہٗ حاشا وکلا اس سے پاک اور بری ہیں، ناکارہ اور حضرت شیخؒ کو دعاء خیر سے یاد فرما کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب، اللّٰہم تقبل منا انک انت السمیع العلیم ○ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ علی النبی الکریم محمد وآلہ وصحبہ اجمعین العبد المسکین المدعو بمحمد امام الدین غفرلہٗ ولوالدیہ ولاساتذہ ولمشائخہ ولسائر المسلمین آمین۔ یکے از خدام حضرت شیخ الحدیث مقیم خلیل آباد کھاٹولی وخادم دار العلوم لطیفی کیٹھار۔

حادثہ فاجعہ:۔ ضروری عرض یہ ہے کہ اس چار دانگ عالم میں خوشی و غم آپس میں توام ہیں اسی غم کے سلسلہ کی ایک کڑی حضرت الحاج شیخ الحدیث مولانا منور حسین صاحب نور اللہ مرقدہ کا حادثہ فاجعہ ہے، مولانا مرحوم کی زندگی اور ظل عاطفت میں ناکارہ کو اخیر شوال ۱۳۷۴ھ سے ۲ رجب ۱۴۰۶ھ تقریباً بتیس ۳۲ سال دار العلوم لطیفی کٹیہار میں تدریسی خدمات انجام دینے کی نوبت آئی، حضرت مولانا ہمارے قریبی رشتہ دار ہمزلف تھے اور حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ مہاجر مدنی و قدس سرہ و اعلی اللہ مراتبہ کے خلیفہ اجل و مجاز خاص تھے ۲۰ رجب ۱۴۰۶ھ مطابق ۴ مارچ ۱۹۸۶ء جمعہ کے دن شام کے تین بجکر پچیس منٹ میں پورنیہ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اللہ جل شانہ مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں درجات عالیہ سے سرفراز فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ اسی سال کی عمر پائی مغفور ۱۳۲۶ھ تاریخ ولادت ہے[1]) پورنیہ سے اپنے آبائی وطن رشید پور التا باڑی لائے گئے۔ ۳ رجب ۱۴۰۶ھ مطابق ۵ مارچ ۱۹۸۶ء شنبہ کے دن ساڑھے نو اور پونے دس بجے کے درمیان مکان سے متصل مغرب کی جانب جنازہ کی نماز ہوئی، جنازہ کی نماز مولانا الحاج محمد ادریس صاحب مدظلہ نے پڑھائی اور ایسا ہجوم کسی اور شخص کے جنازے میں ہمارے یہاں نہیں دیکھا گیا، مسجد زکریا سے مشرق اور خانقاہ سے مغرب کے درمیانی جگہ میں تدفین عمل میں آئی اور وہیں آپ آسودۂ خاک ہو گئے (تاریخ وفات مغفور بیک ۱۴۰۶ھ ہے[2])

مولانا مرحوم نے اپنی حیات میں علم و ہنر کے تین باغوں کی داغ بیل ڈالی ہے جو دار العلوم بہادر گنج اور دار العلوم رحمانی زیرو مائل ارریہ اور حسینیہ فرقانیہ رشید پور

[1] حضرت الحاج مولانا منور حسین صاحب رح نے اپنی زندگی میں یہ تاریخ ولادت نکالی ہے۔

[2] یہ تاریخ وفات حضرت الحاج مولانا عبد الرزاق صاحب مدظلہ نے نکالی ہے۔

الثنا باڑی کے نام سے موسوم ہیں۔ ہماری دلی دعاء ہے کہ اللہ جل شانہٗ اپنے فضل وکرم سے ان باغوں کی آبیاری فرمائے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مثمر و منتج بنائے اور طلبہء علوم دینیہ ہر دم مستفید و مستفیض ہوتے رہیں اور یہ آپ کی مقدس خدمت صدقہ جاریہ بنی رہے اور عند اللہ ذخیرہ حسنات ثابت ہوں آپ کا دیرینہ تعلق دار العلوم لطیفی کیٹھہار سے تدریسی و تبلیغی و دینی خدمات کے انجام دینے میں قریب چھیالیس سال تک وابستہ وقائم رہا۔ اللہ تعالیٰ ان خدمات جلیلہ کو بھی بھرپور قبولیت سے نوازے آمین۔ اور ہم دل سے دعاء گو ہیں کہ اللہ جل شانہٗ دار العلوم لطیفی کیٹھہار (جو علوم و فنون کا چشمہ ہے) کو بھی ہمیشہ جاری وساری رکھے اور طالبان علوم دینیہ اس سے اپنی تشنگی کو بجھاتے رہیں اور سیرابی حاصل کرتے رہیں۔ آمین۔

محمد اصلاح الدین غفرلہٗ
یکے از خدام دار العلوم لطیفی کیٹھہار

مختصر سوانح حضرت شیخ الحدیث صاحب

نام ونسب حضرت شیخ کے بچپن میں دو نام رکھے گئے۔ محمد موسیٰ، محمد زکریا۔ اسی دوسرے نام نے شہرت عام پائی اور آپ اسی سے مشہور ومقبول عوام وخواص[۱] ہوئے اور آپ حضرت علامہ مولانا محمد یحییٰ صاحب کے صاحبزادے تھے اور حضرت شیخ کے والد ماجد مولانا محمد یحییٰ صاحب نور اللہ مرقدہ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب کے منجھلے صاحبزادے تھے

سلسلہ نسب حضرت شیخ کا سلسلہ نسب یہ ہے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا بن مولانا محمد یحییٰ بن مولانا محمد اسماعیل بن شیخ غلام حسین بن حکیم کریم بخش بن حکیم غلام محی الدین بن مولوی محمد ساجد بن مولوی محمد فیض بن مولوی محمد شریف بن مولوی محمد اشرف بن شیخ جمال محمد شاہ بن شیخ نور محمد عرف بابن شاہ بن شیخ بہاء الدین شاہ بن مولوی شیخ محمد بن مولانا کریم الدین بذکر بن امام تاج بن بذکر بن امام حاج بذکر بن حضرت قاضی ضیاء الدین سنامی صدیقی۔[۲]

سن ولادت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ وقدس اللہ سرہ وعلی اللہ مراتبہ کی ولادت ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ کو رات کے گیارہ بجے کاندھلہ میں آپ کی والدہ کی سوتیلی نانی کے گھر میں ہوئی جو

---

[۱] مقدمہ اوجز المسالک جز ۱ ص ۳۵ بڑے صاحبزادے مولانا محمد صاحب اور منجھلے صاحبزادے مولانا محمد یحییٰ صاحب اور چھوٹے صاحبزادے مولانا محمد الیاس صاحب (بانی تبلیغ) [۲] حضرت شیخ الحدیث مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ اور ان کے خلفاء ص ۴۰ ج ۱ اول

اماں مریم کے نام سے مشہور تھیں، بڑی عابدہ وزاہدہ وفیاض خاتون تھیں، خاندان کے اکابر تراویح سے فارغ ہوکر اپنے گھر جانے کے بجائے پہلے وہاں گئے اور مبارکبادی کے بعد مٹھائی کا مطالبہ کیا اور انہوں نے اپنی فیاضی سے بہت سی مٹھائی منگوائی اور مبارکباد دینے والوں کو انکی حیثیت کے موافق دی، بڑی چہل پہل رہی۔[1]

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ اکابر کی نظر میں

ولادت باسعادت کی خبر پاتے ہی حضرت کے دادا نظام الدین دھلی میں تھے، حضرت مولانا اسمٰعیل صاحبؒ نے فرمایا ہمارا بدل آگیا جو ایک الہامی جملہ تھا چنانچہ اسی سال ۴ شوال میں انتقال فرمایا، قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نوراللہ مرقدہٗ کی نگاہِ مہر جو حضرت شیخ پر پڑی وہ اپنا کام کرگئی۔[2]

حضرت اقدس مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ فرماتے تھے کہ حضرت گنگوہیؒ کی نسبت پوری طرح حضرت شیخ کی طرف منتقل ہوئی ہے، نیز ایک مرتبہ یوں فرمایا کہ ان کی ابتدا وہاں سے ہوئی ہے جہاں ہماری انتہا ہوئی ہے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ کے حضرت شیخ ایسے ہی چہیتے تھے کہ ایک صاحب یہی سمجھے کہ آپ حضرت سہارنپوری کے صاحبزادے ہیں اور ان کے استفسار پر حضرت سہارنپوری نوراللہ مرقدہٗ نے جواب دیا، بلکہ صاحبزادے سے بڑھ کر۔[5]

حضرت الشیخ الحافظ الحاج مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی قدس سرہٗ

[1] شریعت وطریقت ص۳ [2] حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ الخ ص۹، جزو اول [5] حضرت شیخ الحدیث مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہٗ اور انکے خلفاء کرام جزو اول ص۶۲۱ یہ بطور نمونہ از خروارے تحریر کیے گئے، تفصیل اسی جزو اول ص۶۲۱ تا ص۶۲۵

ہمارے اس دور میں شریعت و طریقت کے امام علماء و مشائخ کے مرجع و مقتدا، سرحلقہ عشاق اور قطب الاقطاب[ع] تھے۔

وفات حسرت آیات | یکم شعبان ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۹۸۲ء کو پیر کے دن شام کے ۵ بج کر ۴۰ منٹ[م] پر مدینہ منورہ میں حضرت اقدس کا وصال ہوا، کچھ کم ۸۷ سال کی عمر پائی، قبل نماز عشاء جنازہ باب السلام سے حرم شریف لے جایا گیا، بعد نماز عشاء حرم شریف کے امام شیخ عبداللہ زاحم نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنازہ باب جبریل سے جنت البقیع کی طرف لے کر چلے، بقول ڈاکٹر اسماعیل میمنی مدنی بے پناہ ہجوم تھا، ایسا ہجوم کسی اور شخص کے جنازے میں شاید ہی دیکھا گیا ہو جو قبر شریف حضرت شیخ کے منشاء کے مطابق اہل بیت رضی کے احاطہ اور حضرت سہارنپوری کی قبر شریف کے قریب تیار کی گئی تھی، وہیں حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ظل عاطفت میں اور صحابہ رضی اور اہل بیت رضی اور اکابر امت رح کے زیر سایہ قیامت تک کیلئے آسودہ خاک ہوئے اور عمر بھر کی وہ تمنا پوری ہوئی جس کی خاطر روز و شب بے قرار و بے چین رہے۔ اور بقول جگر مرادآبادی ؎

جان ہی دیدی جگر نے آج پائے یار پر ∴ عمر بھر کی بیقراری کو قرار آہی گیا

ع قطب الاقطاب کا لقب آپ کو کسی خوش عقیدت مرید نے نہیں دیا بلکہ رویائے صالحہ میں خود آنحضرت صلی اللہ کی جانب سے آپ کو عطا فرمایا گیا۔ (بهجة القلوب)

م اس عالم فانی میں زندگی کے چھیاسی سال نو ماہ اور تقریباً انیس دن بیس گھنٹے چالیس منٹ گزار کر اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ (رسالۃ الفرقان ص۷۹)

صحاح ستّہ کے مصنّفین کے مختصر

سوانح حیات

امام بخاریؒ

شہر بخارا میں امام بخاریؒ نماز جمعہ کے بعد مورخہ ۱۳ شوال ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے، نام النسب کنیت وغیرہ ابو عبداللہ بن محمد اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بروزبہ بن بذذبہ بن الجعفی البخاری۔ امام بخاری کے مختلف القاب طبقہ علماء میں مشہور ہیں۔ امیر المومنین فی الحدیث، ناصر الاحادیث النبوۃ، ناشر المواریث المحمدیہ، امام موصوف خود بھی مستجاب الدعوات تھے اور انکی والدہ بھی مستجاب الدعوات تھیں اور والد بھی صالح بزرگ تھے، عبداللہ ابن مبارک کے ہمنشیں تھے، امام بخاری بچپن میں نابینا ہو گئے تھے والدین نے ہر چند علاج کیا سودمند نہ ہوا، ایک روز والدہ نے حضرت ابراہیمؑ کو خواب دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ میری گریہ وزاری کثرت دعاء سے خدا تعالیٰ نے تیرے لڑکے کی آنکھیں واپس دیدیں، صبح کو بیدار ہوئیں تو دیکھا واقعی امام موصوف کی آنکھیں صحیح وسالم ہوگئیں۔ امام بخاری نے گیارہ سال کی عمر میں اچھے اچھے استادوں کی گرفت شروع کر دی تھی، سولہ سال کی عمر میں ابن مبارک اور وکیع کی کتابیں حفظ کرلی تھیں، استفادہ حدیث اور حصول معارف کے لئے تمام بلاد اسلامیہ میں گئے، مصر وشام وغیرہ کی سیاحت کی، چار بار بصرہ کو گئے، چھ سال حجاز میں رہے الغرض شب عید الفطر میں ۲۵۶ھ میں تیرہ ۱۳ یوم کم باسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی، اناللہ وانا الیہ راجعون اور یکم شوال

۲۵۶ھ میں نماز ظہر کے بعد خرتنگ میں مدفون ہوئے۔

امام مسلم نام، لقب، کنیت، وطن وغیرہ۔ امام موصوف کا نام ابوالحسین مسلم بن حجاج بن مسلم قشیری تھا، نیشاپور کے رہنے والے تھے، ولادت ۲۰۴ھ یا ۲۰۶ھ میں ہوئی، نیشاپور میں دفن ہوئے، فن حدیث کے امام اور مقتدا تھے، مختلف ائمہ دین سے استفادہ کیا تھا، خراسان میں یحییٰ بن یحییٰ اور اسحٰق بن راہویہ سے تلمیذ کیا، ملک رے میں محمد بن مہران جمال اور ابو عنان مسمعی سے استفادہ کیا، عراق میں امام احمد بن حنبل اور عبداللہ بن مسلمہ سے فیضیاب ہوئے، بارہا تحصیل معارف کے لئے بغداد گئے، امام مسلم کہتے ہیں کہ تین لاکھ احادیث میں سے انتخاب کر کے میں نے صحیح مسلم کی تالیف کی۔

امام ابوداؤد سجستانی ولادت ۲۰۲ھ وفات ۲۷۵ھ، بغداد میں یہ کتاب تالیف کی اس کتاب میں ۴۸۰۰ احادیث جمع کیں تفصیل اگلا صفحہ میں دیکھئے۔

امام ترمذی ولادت ۲۰۹ھ وفات ۲۷۹ھ نام کنیت لقب وغیرہ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ابن سورۃ ابن موسیٰ ابن ضحاک سلمی ترمذی، علماء کا قول ہے کہ جامع ترمذی مجتہد کیلئے بھی کافی ہے اور مقلد کے لئے بھی صدر اول کے مشائخ سے امام ترمذی نے روایت حدیث کی ہے، جامع ترمذی تالیف کر کے علماء کے سامنے پیش کیا سب نے پسند کیا اور صحیح تسلیم کیا، شمائل النبی امام ترمذی کی عجیب تصنیف ہے اور بے انتہا بابرکت چیز شمائل ترمذی کا مصائب اور لاینحل امور کیلئے پڑھنا مجرب ہے۔

نسائی ولادت ۲۱۵ھ وفات مکہ میں ۳۰۲ھ میں ہوئی، ابوعبدالرحمٰن بن شعیب بن بحر بن سنان بھی نسائی حافظ حدیث تھے آپ کی جرح و تعدیل علماء کے نزدیک بالاتفاق معتبر ہے، شروع میں آپ نے ایک کتاب سنن کبیر کے نام سے تالیف

کی تھی، بعض لوگوں نے استفسار کیا کہ اس کتاب میں جتنی احادیث آپ نے لکھی ہیں کیا صحیح ہیں، امام نے جواب دیا نہیں سب صحیح نہیں، سائل نے انتخاب صحاح کا مشورہ دیا، آپ نے سنن کبیر کی حدیثوں میں سے صحیح احادیث بقدر امکان منتخب کیں اور مجتبیٰ المتون نام رکھا، یہی سنن نسائیؒ کے نام سے مشہور ہے، ابو علی نیشاپوری نے حفاظ اربعہ میں سب سے پہلے نسائیؒ کا نام ذکر کیا، نسائیؒ کی بہت تصانیف ہیں۔

ابن ماجہ ولادت ۲۰۹ھ وفات ۲۷۳ھ۔ ابو عبداللہ محمد یزید بن ماجہ ربعی قزوینی حافظ حدیث تھے، طلب علم میں ممالک کی سیاحت کی سنن ابن ماجہ صحاح ستہ میں شمار کی جاتی ہے، فضیلت قزوین کے متعلق سنن ابن ماجہ میں ایک حدیث موضوع مندرج ہے، مگر وہ ابن ماجہ کی لکھی ہوئی نہیں ہے بلکہ میسرہ نامی نے اس کو داخل کر دیا ہے اسلئے سنن ابن ماجہ قابل طعن نہیں ہو سکتی، البتہ بعض علماء نے ابن ماجہ کی جگہ پر موطا کو صحاح ستہ میں شمار کیا ہے۔ (مقدمہ مشکوٰۃ بحوالہ ایضاح البخاری و معارف المشکوٰۃ)۔

صاحب ابوداؤد

نام و نسب ابوداؤد کنیت، سلیمان نام اور والد کا اسم گرامی اشعث ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران الازدی السجستانی۔

سن پیدائش امام ابوداؤد سجستان میں ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے لیکن آپ نے زندگی کا بڑا حصہ بغداد میں گزارا اور وہیں اپنی سنن کی تالیف کی، اسی لیے ان سے روایت کرنے والوں کی اس اطراف میں کثرت ہے پھر بعض وجوہ کی بنا پر ۲۷۱ھ میں بغداد کو خیر آباد کہا اور زندگی کے آخری چار سال بصرے میں گزارے جو اسوقت علم و فن کے اعتبار

سے مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔

تحصیل علم | آپ نے جس زمانہ میں آنکھیں کھولیں اس وقت علم حدیث کا حلقہ بہت وسیع ہو چکا تھا، آپ نے بلاد اسلامیہ عموماً اور مصر و شام، حجاز، عراق، خراسان اور جزیرہ وغیرہا میں خصوصیت کے ساتھ کثرت سے گشت کر کے اس زمانہ کے تمام مشاہیر اساتذہ و شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا، صاحب کمال نے لکھا ہے کہ بغداد متعدد بار تشریف لائے۔

امام داؤد کا مسلک | شاہ صاحب نے بستان المحدثین میں فرمایا ہے کہ ان کے مسلک میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ شافعی تھے بعض نے ان کو حنفی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، نواب صدیق حسن خاں نے ان کو شافعی مانا ہے اور تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ شیخ ابو اسحاق شیرازی نے ان کو طبقات الفقہا میں امام احمد بن حنبل کے اصحاب میں شمار کیا ہے، حضرت مولانا انور شاہ صاحب نے بھی علامہ ابن تیمیہ کے حوالے سے ان کو حنبلی فرمایا ہے ؂

وفات | امام ابو داؤد نے بہتر سال کی عمر پا کر ۱۶ ار شوال ۲۷۵ھ میں انتقال فرمایا اور بصرہ میں امام ثوری کے پہلو میں مدفون ہوئے یوم وفات روز جمعہ ہے

مثل ایوان سحر مرقد فرزاں ہو ترا　　نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا (اقبال)

ماخوذ از ظفر المحصلین باحوال المصنفین

؂ سیدی و سندی و مرشدی شیخ المشائخ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ و علی اللہ مراتبہ فرماتے ہیں میری نظر میں راجح یہ ہے کہ آپ امام احمد بن حنبل کے مقلد تھے اور میرے نزدیک اسکے کئی وجوہ ہیں (۱) طبقات شافعیہ میں کہیں بھی امام داؤد کا ذکر نہیں (۲) طبقات حنابلہ میں آپ کا ذکر کیا گیا ہے (۳) آپ اپنی سنن میں بہت زور و شور سے مذہب امام احمد بن حنبل کی تائید کرتے ہیں اور کہیں شافعیہ کی پرزور تردید کرتے ہیں، ان وجوہ سے آپ کا حنبلی المذہب ہونا معلوم ہوتا ہے۔

۷۸۶

حامداً و مصلیاً

علم حدیث کے اصطلاحی الفاظ کی تشریح

(۱)

حدیث حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل، تقریر کو جمہور محدثین کی اصطلاح میں حدیث کہتے ہیں، اسی حدیث کا اطلاق صحابہ، تابعین کے قول، فعل، تقریر پر بھی ہوتا ہے۔

* **قول:۔** جو آپ نے زبانِ مبارک سے ارشاد فرمایا۔
* **فعل:۔** آپ نے جو عمل فرمایا۔
* **تقریر:۔** آپ کے سامنے کوئی کام کیا گیا یا کوئی بات کہی گئی، آپ کو اس کا علم بھی ہوا مگر آپ نے منع نہیں فرمایا۔

سند روایت کرنے والوں کے سلسلہ کو سند کہتے ہیں۔

متن سند ختم ہونے کے بعد جہاں سے حدیث کا اصل مضمون شروع ہوتا ہے اسکو متن کہتے ہیں۔

(۲)

متواتر وہ حدیث جس کے راوی ہر زمانے میں اتنے زیادہ ہوں کہ ان سب کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلاً ناممکن ہو۔

خبر واحد وہ حدیث جس کے روایت کرنے والے اتنے زیادہ نہ ہوں۔

خبر واحد کی تقسیم اس کی انتہا کے اعتبار سے

مرفوع جس حدیث کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہو اور سب راوی

ثقہ ہوں[1]

موقوف جس میں راوی صحابہ کے قول، فعل، تقریر کو بیان کرے۔

مقطوع جس میں راوی تابعی کے قول، فعل، تقریر کو بیان کرے[2]۔

(۴)

خبر واحد کی تقسیم روایت کرنیوالوں کی تعداد کے اعتبار سے

مشہور وہ حدیث جس کے راوی ہر زمانے (طبقہ) میں کم سے کم تین ہوں[3]

عزیز اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی روایت کرنیوالے ہر زمانے (طبقہ) میں کم از کم دو ہوں[4]

غریب جس کا راوی کہیں نہ کہیں ایک ہو[5] ــــ ان تینوں کو آحاد کہتے ہیں

---

[1] حدیث کا مرفوع ہونا کبھی بالکل واضح ہوتا ہے اور کبھی صریح کے حکم میں ہوتا ہے جیسے صحابہ وتابعین کوئی ایسی بات نقل فرمائی کہ بغیر حضور سے سنے اپنی عقل، قیاس اور اجتہاد سے معلوم نہ ہو سکے، مثلاً آخرت کے حالات وغیرہ [2] موقوف اور مقطوع کو اثر بھی کہتے ہیں کبھی حدیث مرفوع کو بھی اثر کہتے ہیں جیسے بولتے ہیں ادعیہ ماثورہ یا امام طحاوی کے کتاب کا نام شرح معانی الآثار جسمیں مرفوع احادیث بھی ہیں اسی طرح علامہ سخاویؒ نے فرمایا ہے کہ (علامہ) طبرانی کی ایک کتاب ہے جس کا نام تہذیب الآثار ہے جس میں خاصکر حدیث مرفوع ہے، حدیث موقوف ضمناً اور تبعاً آئی ہے (مقدمہ مشکوٰۃ ص۳)

[3] مشہور میں متواتر کی تمام شرطیں نہیں پائی جاتیں مشہور کو مستفیض بھی کہتے ہیں جبکہ ازابتدا تا انتہا یکساں ہو۔ [4] خواہ متعدد طرق سے مروی ہو اور دو سے زائد ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں، [5] حدیث غریب کو فرد بھی کہتے ہیں فرد کی دو قسمیں ہیں، فرد مطلق، فرد نسبی۔ فرد مطلق وہ ہے کہ جسکی سند میں صحابی سے روایت کرنیوالا تنہا (منفرد) ہو اس کا نام غریب مطلق بھی ہے اور صرف فرد بھی بولتے ہیں جیسے حدیث النہی عن بیع الولاء کو صرف عبداللہ بن دینار نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے، فرد نسبی جس کی سند میں صحابی کے بعد کوئی راوی منفرد ہو عموماً فرد نسبی پر غریب کا لفظ بولتے ہیں۔

(مقدمہ مشکوٰۃ المصابیح ص۳ و تفہیم المسلم شرح مسلم ص۶ و ۷)

(۵)

خبر واحد کی راویوں کی صفات کے اعتبار سے سولہ قسمیں ہیں

(۱) صحیح لذاتہ (۲) حسن لذاتہ (۳) صحیح لغیرہ (۴) حسن لغیرہ (۵) ضعیف (۶) موضوع (۷) متروک (۸) شاذ (۹) محفوظ (۱۰) منکر (۱۱) معروف (۱۲) معلل (۱۳) مضطرب (۱۴) مقلوب (۱۵) مصحف ومحرف (۱۶) مدرج۔

صحیح لذاتہ وہ حدیث ہے جس کے سب راوی اعلیٰ درجہ کے ہوں یعنی عادل کامل الضبط ہوں اور اس کی سند متصل ہو، معلل وشاذ نہ ہوں [۱]

حسن لذاتہ وہ حدیث جس کے راوی میں ضبط حدیث میں صفت ناقص ہیں مگر باقی تمام شرطیں صحیح لذاتہ کی پائی جائیں۔

صحیح لغیرہ وہ حدیث حسن لذاتہ جو متعدد اسانید سے مروی ہو۔

حسن لغیرہ وہ ضعیف حدیث جو متعدد سندوں سے روایت کی گئی ہو۔

ضعیف اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے راوی میں صحیح اور حسن حدیث کی شرطوں میں سے ایک یا زیادہ شرطیں نہ پائی جائیں۔

موضوع وہ حدیث جو کسی مشہور جھوٹے حدیث ساز نے گھڑی ہو۔

متروک وہ راوی جس کے روایت پر عموماً جھوٹ بولنے کی تہمت ہو یا وہ دروغ گوئی میں مشہور ہو، اگرچہ حدیث میں اسکی کذب ثابت نہ ہو یا وہ روایت قواعد شرعیہ کے خلاف ہو۔

---

[۱] عادل وہ ہے جو گناہ کبیرہ سے بچا ہوا اور بے داغ (بے لوث) کردار رکھتا ہو کامل الضبط جو روایت کو خوب اچھی طرح یاد رکھے، روایت کے بیان میں کوئی رکاوٹ (مانع) نہ ہو متصل اگر حدیث کے راویوں میں سے کوئی راوی چھوٹ نہ گیا ہو تو اس حدیث کو متصل السند کہتے ہیں معلل وہ راوی جو وہم کی وجہ سے کچھ تغیر وتبدل کرے، شاذ وہ روایت جس کا راوی خود تو ثقہ ہو مگر اپنے سے زیادہ ثقہ اور معتبر راویوں کے خلاف بیان کرے۔ (تفہیم المسلم ص۸)

شاذ وہ حدیث جس کا راوی خود تو ثقہ ہو، مگر اپنے سے زیادہ ثقہ کی مخالفت کرے۔

محفوظ وہ حدیث جو شاذ کے مقابل ہو یعنی جس کا راوی ثقہ ہے مگر اس سے کم درجہ ثقہ کے لوگ اسکی مخالفت کریں۔

منکر وہ حدیث جس کا راوی ضعیف ہے اور اسکی روایت قوی راوی کے خلاف ہے۔

اشارے

ثنا یا نا۔ حدثنا کا مخفف ہے حدیث میں اس سے مراد حدثنا ہوتا ہے۔

انا۔ اخبرنا کا مخفف ہے۔

ح سے مراد تحویل ہے، تحویل کے معنی منتقل ہونا یعنی ایک سند سے دوسری سند کی طرف منتقل ہونا، یہ تحویل اس وقت ہوتی ہے جب کہ ایک ہی حدیث دو یا دو سے زیادہ سندوں سے مروی ہو۔

قال۔ حدثنا۔ اخبرنا، حدثنی، اخبرنی، انبانی اگر یہ لفظ سند کے شروع میں نہ ہوں تو ان سے پہلے قال کہنا ضروری ہے۔

حدثنا۔ حدثنی، اس وقت بولتے ہیں جب کہ الفاظ حدیث شیخ کی زبان سے ادا ہوں۔

اخبر۔ اخبرنی، جب شیخ سنے اور شاگرد پڑھے۔

اخبرنا۔ صیغہ جمع متکلم مع الغیر سے مراد عموماً یہ ہوتی ہے کہ سننے والا تنہا نہیں ہے اور لوگ بھی اس کے ساتھ شریک ہیں اور کبھی تنہا ہوتا ہے تعظیماً کبھی جمع کا صیغہ بولتے ہیں۔

عن ابیہ۔ عن جدہ جہاں کہیں بھی حدیث میں آئے وہاں ضمیر راوی کی طرف راجع ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ ابیہ کی طرف راجع ہو، یا یوں کہا جائے کہ یہ الفاظ جب حدیث میں آتے ہیں تو دو احتمال ہوتے ہیں (۱) ضمیر (ہ) راوی کی طرف راجع ہو کہ راوی نے اپنے باپ سے اور دادا سے سنا (۲) اب کی طرف راجع ہو کہ راوی نے اپنے باپ سے اور راوی کے باپ نے اپنے دادا سے سنا۔

مثلہ۔ سے اسوقت تعبیر کرتے ہیں جب کہ دو حدیثوں میں لفظاً و معناً مطابقت ہو۔

نحوہ۔ سے جب دو حدیثوں میں معناً یکسانیت ہو تو نحوہٗ سے تعبیر کرتے ہیں۔

قرأۃ علیہ، جہاں کہیں اسناد میں واقع ہوتا ہے وہاں شیخ کو سُنانا مراد ہوتا ہے۔

لا یصح فی ھذا الباب جہاں کہیں آجاتا ہے وہاں ضعف حدیث یا حدیث کا موضوع مراد ہوتا ہے۔

اصح ما فی الباب ۔ جہاں کہیں آجاتا ہے وہاں اس سے ارجح اور اقل ضعف مراد ہوتا ہے۔

ھذا حدیث مسندٌ سے مرفوع صحابی مراد ہے۔

اعتبار جس سے متابع شاہد منکر شاذ وغیرہ کی معرفت ہو جائے۔

غیر مرہ یا غیر واحد جہاں کہیں آتا ہے وہاں کئی بار کئی شخصوں سے مروی ہونا مراد ہوتا ہے

معروف وہ حدیث جس کا راوی قوی ہو اور ضعیف نے اس کے خلاف روایت بیان کی۔ (یہ منکر کے مقابل ہے)

معلل جس حدیث کی سند میں ایسی خفی علت موجود ہو جو حدیث کی صحت میں خلل انداز ہوتی ہے۔

مضطرب وہ حدیث جس کی سند یا متن میں ایسا اختلاف ہو کہ ترجیح یا تطبیق ممکن نہ ہو۔

مقلوب وہ حدیث جس کے متن یا سند میں سہواً تقدیم و تاخیر ہو گئی ہو، جیسے مرہ بن کعب کا کعب بن مرۃ،

مصحف وہ حروف راویوں کے ناموں کے حروف میں تغیر کر دیا گیا ہو جیسے شریح کا سریج اس کو مصحف کہتے ہیں تغیر اگر لفظوں میں ہو جیسے حفص کا جعفر تو یہ معرف ہے۔

مدرج راوی متن حدیث میں کوئی بات اس طرح بڑھا دے کہ اصل حدیث اور اس زائد

عبارت میں کوئی امتیاز باقی نہ رہے، اس کو ادراج کہتے ہیں۔

(۶)

خبر واحد باعتبار سقوط و عدم سقوط راوی

متصل۔ وہ حدیث جس کی سند میں پورے راوی مذکور رہیں، کوئی راوی چھوٹا نہ ہو ہر ایک نے اپنے شیخ سے سُنا ہو۔

مسند۔ وہ حدیث جس کی سند رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو۔

منقطع۔ جس کی سند متصل نہ ہو، ایک یا متعدد راوی متفرق مقام سے چھوٹ گئے ہیں

معلق۔ اگر ایک یا متعدد راوی سند کے شروع میں چھوٹ جائیں اسے معلق حدیث کہتے ہیں [له]

معضل۔ جس حدیث کی سند سے دو یا دو سے زائد راوی ایک ہی مقام سے چھوٹ گئے ہوں [له]

مرسل۔ جس کی سند میں صحابی کا حذف ہو جیسے تابعی کہتے ہیں قال رسُول اللہ صلعم کذا [۲له]

مدلس۔ وہ حدیث جس کے راوی کی یہ عادت ہو کہ اپنے شیخ کا یا شیخ کے شیخ کا نام چھپالے۔

(۷)

معنعن۔ وہ حدیث جس کی سند میں لفظ میں عن ہو اسکو عن عن یا عن عنہ بھی کہتے ہیں۔

مسلسل۔ جس کی سند کے تمام راوی ایک ہی لفظ یا ایک ہی قول یا ایک ہی فعل یا ایک ہی قول و فعل پر متفق ہوں۔

له معلق کا حکم یہ ہے کہ جو محدثین لازمی طور پر صرف صحیح احادیث بیان کرتے ہیں مگر وہ یقین کیساتھ تعلیق کو بیان کریں تو یہ تعلیق مقبول ہو گی، اگر غیر یقینی طور پر بیان کریں جیسے قیل و روی جیسے الفاظ یا ایسے محدث کی تعلیق جو صحیح و غیر صحیح ہر طرح کی حدیثیں لاتے ہیں، ان کی تعلیقات مقبول نہیں ہیں۔

۲له کیونکہ احتمال ہے کہ محذوف راوی صحابی ہے یا تابعی ثقہ ہے یا غیر ثقہ، البتہ ثقہ تابعی کی احادیث قابل قبول ہیں جیسے امام مالکؒ کی مرسل احادیث۔ (تفہیم المسلم جزء ۱ ص ۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد!

مقدمۃ العلم مناطقہ کی عادت ہے کہ وہ مقدمۃ العلم میں آٹھ چیزیں بیان کرتے ہیں تعریف[۱]، موضوع[۲]، غرض وغایت[۳]، وجہ تسمیہ[۴]، مؤلف[۵]، اجناس علوم[۶]، ہر علم کا مرتبہ[۷]، ہر علم کی تقسیم[۸]، ہر علم کا حکم[۹]، یہ کل نو یا دس چیزیں ہوگئیں، آٹھ جو کہ مشہور ہیں بہر حال یہ مذکورہ اشیاء مقدمۃ العلم سے تعلق رکھتی ہیں اور انکی شروع کی دو چیزیں چھوڑ کر مقدمۃ الکتاب سے تعلق رکھتی ہیں۔ غرض وغایت، وجہ تسمیہ، مؤلف، اجناس علوم، ہر علم کا مرتبہ، ہر علم کی تقسیم، ہر علم کا حکم، ان سب مذکورہ چیزوں کے علاوہ اور چار چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔ نسخ کتب[۱]، مسند و مراتب[۲]، اصل حدیث[۳]، آداب علم حدیث[۴]، اس کے علاوہ اور چیزیں ہیں جنکو لیکر تقریباً بیس[۲۰] چیزیں ہو جاتی ہیں۔ ان میں سے غرض وغایت میں بہت فرق ہے اور فرق خفی و پوشیدہ ہے، ذرا غور سے سنئے۔ وہ فرق یہ ہے کہ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرنا، اس ارادہ کو غرض کہتے ہیں اور اس ارادہ کے بعد جو اس پر نتیجہ مرتب ہوتا ہے اس نتیجہ اور فائدہ کو غایت کہتے ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ کسی چیز کی غرض پائی جائے تو اسکی غایۃ بھی پائی جائے مثلاً ایک شخص اسٹیشن جانے کا قصد کرے لیکن کسی وجہ سے نہ پہنچ سکے، مثلاً راستہ معلوم نہ ہو یا کوئی اور مانع پیش آئے تو اس صورت میں غرض یعنی ارادہ تو پایا گیا اور غایۃ یعنی فائدہ مرتب نہیں ہوا۔

پہلی بحث علم حدیث کی تعریف میں

علم حدیث کی تعریف میں سلف کا اختلاف[۱] ہے اور مختلف

[۱] اعلم ان العلم الحدیث لما کان فی قدیم الزمان حاویا الروایۃ الحدیث ودرایۃ التنقیح فی روایۃ

تعریفیں کی گئیں ہیں، اس اختلاف کی ایک وجہ ہے اور وہ وجہ یہ ہے کہ ہر علم شروع میں غیر مدون ہوتا تھا اسی طرح علم حدیث بھی شروع میں غیر مدون تھا اور اصول احادیث وغیرہ کو حاوی تھا، اور حدیث ہر قسم کے مضامین ومسانید روایات اسماء رجال صحت وسقم سب لکھے جاتے تھے لیعد (سلف کے بعد) کے زمانہ میں علم حدیث کی ۶۴ چونسٹھ علوم کی طرف تقسیم کی گئی، ابتداء زمانہ کے اعتبار سے سب تعریفیں صحیح ہیں، مگر اب جب کہ علم حدیث مدون اور مرتب ہوچکا ہے اور چونسٹھ ۶۴ علوم کی طرف منقسم ہوچکا لہٰذا اب ایسی تعریف جو اصولِ حدیث یا کسی دوسرے شعبہ کو شامل ہو صحیح نہیں۔ بہرحال بعض سلف نے علمِ حدیث کی یہ تعریف کی ہے۔ کہ علم حدیث ایسے قواعد کا جاننا ہے جن سے صحت وسقم حدیث معلوم ہوجائے، بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ علم حدیث ایسی چیزوں کا نام ہے جس سے روایت کا صحیح محل معلوم ہوجائے یا صحیح مفہوم معلوم ہوجائے، مگر یہ تمام تعریفات عام ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں رہیں) بلکہ صحیح تعریف یہ ہے جو علامہ عینی نے کیا ہے۔ الحدیث ھو علم یعرف بہ اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وافعالہ واقوالہ یعنی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال واحوال ان تمام کو کہتے ہیں۔

التنقیح فی روایۃ ودرایۃ اختلف کلام المشائخ فی حدہ فحدہ بعضھم بما یصدق علی اصول الحدیث وعرفہ بعضھم بما یصدق علی درایۃ الخ والبسط فی مقدمۃ اوجز المسالک الی موطا مالک العلامہ مولانا محمد زکریا الکاندھلوی شیخ الحدیث بالمدرسۃ العلیۃ الشہیرۃ بمظاہر علوم فی السہارنفور۔ لہ وحدہ علی ما قالہ العینی فی شرح البخاری علم یعرف بہ اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افعالہ واحوالہ اھ، وقال الکرمانی فی شرح البخاری ان حدہ ھو علم یعرف بہ اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افعالہ واحوالہ قال السیوطی ہذا الحد مع شمولہ العلم الاستنباط غیر محرر انتہی والاوجہ عندی فی حد علم روایۃ الحدیث علم یبحث فیہ عن اقوال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

دوسری بحث علم حدیث کے موضوع کے بیان میں

علم حدیث کے موضوع میں بھی علماء کا اختلاف ہے اور سلف کے اس میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے جو کرمانی نے بیان کیا ہے کہ موضوع علم حدیث ذات النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حیث انہ رسول۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال واحوال موضوع ہیں۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ میرے استاد علامہ محی الدین کافی جی تعجب کیا کرتے تھے کہ علم حدیث کا موضوع ذات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہو سکتا ہے جبکہ

وافعالہ واحوالہ من حیث کیفیۃ السند اتصالاً او انقطاعاً وغیر ذالک۔ ثم ظہر لی ان الاوجہ فی حدہ علم یعرف بہ احوالہ صلی اللہ علیہ وسلم قولاً وفعلاً وتقریراً وصفۃ ولا تشکل انہ یخرج من الحد الآثار لانہا داخلۃ فی احوال صلی اللہ علیہ وسلم تبعاً وللتبعیۃ یتعرض لہا والمراد بہ عند المحشی المربی المرشد الراشد نادرۃ الدہر نابغۃ العصر بقیۃ السلف حجۃ الخلف مولانا الحافظ شیخ الحدیث محمد زکریا المہاجر المدنیؒ۔ لہ قال الکرمانی وموضوعہ ذات الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من حیث انہ رسول اللہ کذا فی مقدمۃ الاوجز

لہ اعلم اولا ان موضوع علم الحدیث ہو ذات نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم من حیث انہ رسول ونبی وہذا اولی مما قیل ان موضوع ہذا الفن اقوالہ صلی اللہ علیہ وسلم او اقوالہ وافعالہ واحوالہ وایاما کان فشرف ہذا الفن ابین من ان یبین لشرف موضوع او الاحتیاج الیہ فی امتثال امرہ تعالیٰ وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا او قولہ تبارک وتعالیٰ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ الی غیر ذالک فوجب البحث عن النبی صلی اللہ فی احوالہ واقوالہ وافعالہ الامتثال ما امر بہ والانتہاء عما نہی عنہ آہ کتب سیدی ومرشدی الوالد المحدث الحافظ مولانا محمد یحییٰ قدس اللہ سرہ العزیز فی الکوکب الدری علی جامع الترمذی ناقلاً عن السماع او القراءۃ لدی حضرت الاستاذ امیر المومنین فی الحدیث قطب الاقطاب المشتہر بشریف اسمہ رشید احمد الگنگوہی، نور اللہ مرقدہ وقدس اللہ سرہ۔

علم طب کا موضوع ذات انسان ہے[1]۔ علماء جمہور فرماتے ہیں کہ یہ اعتراض درست نہیں کیونکہ من حیث الانسان ذات النبی صلی اللہ علیہ وسلم علم طب کا موضوع ہے اور من حیث انہ رسول علم حدیث کا موضوع ہے، علامہ سیوطیؒ نے اپنے استاذ کے قول متعجب پر تعجب کیا کہ یہ بات ان پر مخفی رہی، یہ بات بھی ضروری ہے کہ پہلی تعریف علم حدیث میں اقوال وافعال صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو داخل کیا گیا، لیکن موضوع علم حدیث میں اقوال وافعال و احوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیا گیا، یا ذات مبارک کو من حیث الرسالۃ لیا گیا علی اختلاف القولین اور صحابہ کرام کی ذوات کو نہیں لیا گیا، اسکی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کے اقوال وافعال کو حدیث میں اس وجہ سے شمار کیا گیا کہ ان حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت مبارکہ اختیار فرمایا ہے، ان کی ذات کی وجہ سے شمار نہیں کیا گیا، اب فرق واضح ہو گیا، بعض نے کہا کہ موضوع علم حدیث روایات ہیں من حیث الاتصال والانقطاع۔

---

[1] قال السیوطی ولم یزل شیخنا العلامہ محی الدین الکافیجی یتعجب من قولہ ان موضوع علم الحدیث ذات الرسول ویقول ہذا موضوع الطب لاموضوع الحدیث وانا اتعجب من الکافیجی کیف التبس علیہ ذالک بالطب فان ذاتہ صلی اللہ علیہ وسلم من حیث انہ نبی اور رسول اللہ لامدخل للطب فی ذالک نعم لو تعجب من ان ہذا موضوع لمطلق علم حدیث الجامع لانواعہ کان وجیہا اما المخصوص بعلم الروایۃ فیکون موضوعہ ایضاً مخصوصاً فقیل موضوعہ ذات النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حیث اقوالہ وافعالہ وتقریراتہ واوصافہ کذا فی لفظ الدرو والاوجہ عندی رای شیخ الحدیثؒ ان موضوعہ المرویات والروایات من حیث الاتصال والانقطاع واما ذاتہ الشریفۃ صلی اللہ علیہ وسلم فموضوع لمطلق علم حدیث دون النوع الخاص منہ وہو علم روایۃ الحدیث کذا فی مقدمۃ اوجز المسالک الی موطائے امام مالک۔

تیسری بحث علم حدیث کی غرض کے بیان میں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی غرض کو معلوم کرنا ایک مہمل سی بات ہے
کیونکہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق ہیں اور عاشق کو معشوق کے کلام کی غرض دریافت
کرنا یہ اس کے عشق سے کوسوں دور کی بات ہے بلکہ عاشق کے لئے معشوق کے کلام کو پڑھنا ہی
اس کے لئے راحت اور آرام دہ چیز ہے، اسی وجہ سے ہم لوگوں کے لئے بھی انتہائی غرض رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو پڑھنا ہی ہے، یہ نہیں کہ اس کی غرض وغایت کو ڈھونڈھیں۔
حاصل یہ ہے کہ علم حدیث کی ایک غایۃ تو یہ ہے کہ علم حدیث ایک ذات محبوب کا کلام ہے
تو ایک عاشق کے لئے اس سے بڑھ کر کیا سعادت حاصل ہوگی کہ وہ محبوب کے کلام میں مشغول ہو
اور اس کے کلام کو حاصل کرے خواہ اس پر کچھ اثرات بھی مرتب نہ ہوں، اگرچہ یہاں یہ ہرگز
نہیں ہے، بلکہ اثرات لانہایہ (بے انتہا) ہیں، دوسری 'غایۃ' ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے حدیث میں مشغول ہونے والوں کے لئے دعاء فرمائی ہے اور یہ مختلف روایات میں موجود ہیں
(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم
اللّٰھم ارحم خلفائی قلنا ومن خلفاءک یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ
وسلم قال الذین یردون احادیثی ویعلمونھا الناس۔ یہاں پر حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے محدثین کے لئے دعاء فرمائی اور محدثین کو اپنا خلفاء فرمایا (وکفی بہ فخراً)
(۲) ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے کہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ
الوداع نضر اللہ امرأ سمع مقالتی فوعاہا فرب حامل فقہ لیس بفقیہ (۳) ابن مسعود مروی ہے
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اولی الناس بی یوم القیمۃ اکثرہم علی صلوٰۃ

لہ وقد جاءت الروایۃ ایضاً عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نضر اللہ امرأ سمع

ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ اہل حدیث سے زیادہ کوئی درود پڑھنے والا نہیں ہے،
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس احادیث کو یاد کرکے اشاعت کرنے والے کو فقہاء
وعلماء کے گروہ کے ساتھ مبعوث ہونے کی بشارت دی ہےؒ، حاصل یہ ہے کہ علم حدیث
حاصل کرنے کے لئے بے انتہا فوائد ہیں جنکو بیان نہیں کیا جا سکتا ہے اور بہت سے
احادیث ہیں جن سے علم حدیث حاصل کرنے کی بزرگی معلوم ہوتی ہے۔ (۳) غرضؒ۔
غرض یہ ہے کہ معلوم ہو جائے احکام اور حاصل ہو جائے قوت استنباط احکام کی (۲) فلاح دارین۔

چوتھی بحث وجہ تسمیہ کے بیان میں

وجہ تسمیہؒ اسمیں تین قول ہیں (۱) حدیث مقابل قدیم ہے یعنی کلام الرسول مقابلہ میں کلام اللہ کے

ہو مقالتی فحفظہا ودعاہا فرب حامل فقہ الی من ہو افقہ منہ، کذا فی مقدمۃ الاوجز ج۱ ملک الروایات
المثلات والاول ایضاً فی مقدمۃ الاوجز ج۱ لہ قال ابن حبان فی صحیحہ فی ہذا الحدیث (ان اولی
الناس بی آہ) بیان صحیح علی ان اولی الناس برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب الحدیث اذ لیس
فی ہذہ الامۃ قوم اکثر صلوۃ منہا وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا اخبرکم عن الاجود الاجود واللہ وانا اجود
ولد آدم واجودہم من بعدی رجل علم علما فنشر علمہ یبعث امۃ وحدہ رواہ الترمذی وابو یعلی والطبرانی وقال
صلی اللہ علیہ وسلم ان مما یلحق المومن من عملہ وحسناتہ بعد موتہ علماً نشرہ الحدیث رواہ ابن ماجہ مطولا
لہ ان رسول صلعم قال من حفظ علی امتی اربعین حدیثا من امر دینہا بعثہ اللہ تعالیٰ یوم القیمۃ فی زمرۃ الفقہاء
والعلماء وفی روایۃ ابی درداء کنت لہ یوم القیمۃ شافعا وشہیدا مقدمہ لامع الدراری علی جامع البخاری ص۱۲
لہ وغایۃ الفوز برضوان اللہ تعالیٰ ورسولہ کذا فی الکوکب ج۱ ص۶ معرفۃ الصحیح من غیرہ مدرسۃ المجتبیٰ ص۲
لہ قال السیوطیؒ لان الحدیث یحدث شیئاً فشیئاً قال الحافظ ابن حجرؒ لان الحدیث مقابلہ القرآن وہو قدیم
قال البعض ذالک من قولہ تعالیٰ واما بنعمۃ ربک فحدث وہی الہدایۃ ای بلغ الناس ما انزل الیک من الاحکام

قدیم ہے لہٰذا کلام رسول حدیث ہوا، تو چونکہ یہ مشتق ہے حادث سے لہٰذا اسکو حدیث کہنے لگے (۲) حدیث کے معنی بات کے ہیں یعنی حدیث معنی میں بات کے ہیں اور خبر مرادف ہے تو چونکہ اسمیں مقالات شریفہ اور کلام شریف ہے اس وجہ سے اسکو حدیث کہتے ہیں اسمیں محققین کا اختلاف ہے کہ خبر و حدیث دونوں متحد ہیں یا مختلف ہے، بعض حضرات تو بالکل متحد بتلاتے ہیں اور بعض حضرات ہر دونوں میں تباین کلی کے قائل ہیں خبر اسکو کہتے ہیں جو غیر رسول (وغیر صحابہ) سے مروی ہو اور حدیث اس کو کہتے ہیں جو رسول و صحابہ سے مروی ہو۔ (فوائح البتائح) بعض حضرات ان دونوں میں عموم و خصوص کی نسبت مانتے ہیں، یعنی خبر اطلاع کو کہتے ہیں۔ اور یہ عام ہے رسول اور غیر رسول کو اور حدیث خاص ہے کہ منقول عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہیں۔ (۳) مقتبس ہے اللہ کے قول وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ سے۔

پانچویں بحث علم حدیث کے مؤلف کے بیان میں

مؤلف علم حدیث ہر فن کا کوئی نہ کوئی مؤلف ہوا کرتا ہے، اس فن کی حقیقت میں ذات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مؤلف کہنا چاہئے۔ لہٰذا ہوالصحیح (یہی صحیح ہے) جیسے علم حدیث کا اہتمام بطور کتابت ہوا ہے، اس وقت اس کتابت کے اعتبار سے مصنفین کو مؤلفین کہنے لگے حضور صلعم کے زمانہ مبارک میں کتب کی صورت میں احادیث نہیں تھیں اور نہ لکھنے کی اجازت تھی اس مسئلہ میں علمائ کا اختلاف ہو گیا مسئلہ کتابت حدیث۔ اس مسئلہ میں علماء کے تین قول ہیں۔

---

۲ الشرعیۃ فی مقابلۃ قولہ تعالیٰ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى، فالہدایۃ الوحی للتحدیث بالتبلیغ ہدیۃ المجتبیٰ۔

۳ الفرق بین الحدیث والسنۃ والخبر والاثر:۔ الحدیث والسنۃ مترادفان اطلاقاً کذا، الخبر والاثر ثم النسبۃ بین الاولین والاخیرین عموم خصوص مطلقاً فالاولان یطلقان علی المرفوع فقط والاخیران علی الموقوف والمقطوع ایضاً وعند البعض الحدیث مختص بقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقط کذا فی ہدیۃ المجتبیٰ ص۲۔

(۱) مطلقاً ناجائز ہے[1] (۲) مطلقاً جائز ہے[2] (۳) حفظ کرنے کے لیے لکھنا جائز ہے[3]، حفظ کرنے کے بعد محو کرنا واجب ہے، جو حضرات عدم جواز کے قائل ہیں وہ حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تکتبوا عنی شیئاً الا القرآن ومن کتب عنی شیئاً غیر القرآن فلیمحہ مگر مستقر مذہب یہ ہے کہ جائز ہے، مطلقاً کتابت حدیث اس کے بہت سے دلائل ہیں (۱) فجاء رجل من اہل الیمن فقال اکتب لی یا رسول اللہ فقال اکتبوا لابی فلان آہ (۲) حدیث ابو ہریرہ، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کوئی بھی مجھ سے زیادہ حافظ حدیث نہیں مگر عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ ہیں انکو مجھ سے زیادہ حدیثیں یاد ہیں کیونکہ وہ لکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھا کرتا تھا، یہاں پر ایک شبہ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ ہمارے پاس حضرت ابو ہریرہؓ کی روایات زیادہ پہنچی ہیں اور عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ کی روایات کم پہنچی ہیں، حالانکہ تقریر بالا کے ماتحت اس کا عکس ہونا چاہئے تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ اہتمام فرماتے اور بہت سعی سے روایات پہنچاتے تھے، بخلاف عبد اللہ بن عمرو بن عاص کے کہ وہ اس قدر اہتمام نہیں فرماتے تھے، بخاری جلد اول صہ ۲۲ پر موجود ہے[4]، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ لکھا کرتے تھے

---

[1] قال السیوطی اختلف السلف من الصحابۃ والتابعین فی کتابۃ الحدیث فکرہہا طائفۃ منہم ابن عمر وابن مسعود وزید بن ثابت وابو موسیٰ وابو سعید الخدری وابو ہریرۃ وابن عباس وآخرون [2] واباحہا طائفۃ وفعلوہا منہم عمرؓ وعلیؓ وابنہ الحسنؓ وابن عمروؓ وانس وجابر وابن عباسؓ وابن عمرؓ ایضاً والحسن وعطا وسعید ابن جبیر وعمر عبد العزیز وحکاہ عیاض عن اکثر الصحابۃ والتابعین آہ [3] قال البلقینی وفی المسئلۃ مذہب ثالث وہو الکتابۃ والمحو بعد الحفظ ثم اجمعوا علی کتابتہا وفی الاباحۃ والنہی حدیثان انتہی۔ کذا فی مقدمۃ الاوجز صہ ۹ [4] حدثنا علی ابن عبد اللہ قال حدثنا سفیان قال حدثنا عمرو قال اخبرنی وہب بن منبہ عن اخیہ قال سمعت ابا ہریرۃ یقول ما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم احد اکثر

لہٰذا معلوم ہوا کہ ابوہریرہ کی نفی صحیح نہیں، اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ حدیث بخاری جو کہ ابن عامر سے مروی ہے اعلیٰ مرتبہ ہے اس حدیث سے ثانیاً مطلب یہ ہوا کہ لا اکتب علیٰ عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبعد عہدہ کتبت ـ ثالثاً مکتوب عندی نہ کہ انا اکتبہ یعنی لکھا ہوا موجود تھا میں نے نہیں لکھا اور ہو سکتا ہے کہ خود ابوہریرہؓ نے کتابت کی ہو جس کی وجہ سے بڑھ گئے ہوں، ایک جواب یہ بھی ہو جائے گا کہ تیسرا استدلال قائلین جواز کا یہ ہے کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض شدید ہوا تھا، آپ نے فرمایا ایتونی بکتاب اکتب لکم کتابا (۴) حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن عاص حدیث لکھا کرتے تھے، اس پر بعض صحابہ نے فرمایا کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کو لکھا کرتے ہو حالانکہ ہر بات لکھنے کی نہیں ہوتی۔ کیونکہ بعض اوقات آپ کی حالت غصہ کی ہوتی ہے اور بعض وقت سرور کی، غرضیکہ ہر بات لکھنے کی نہیں ہوتی اس بنا پر حضرت عبداللہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام واقعہ سُنایا، آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تم ہر بات کو ہر حالت میں لکھا کرو، اس منھ سے خواہ حالت غضب ہو یا حالت رضا ہو حق اور صحیح بات نکلتی ہے (۵) حضرت علیؓ سے سوال کیا گیا کہ کوئی ایسی بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تم ہی کو بتلایا ہو اور کسی کو نہ بتلائے ہوں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ نہیں صرف ایک پرچہ ہے جو کہ میری تلوار کے نیام میں رکھا ہے، اس سے اور تمام گذشتہ باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کتابت حدیث جائز ہے اور اس کا ثبوت ہے، اور عدم جواز کے قائلین نے جو حدیث ابوسعید سے استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ابتدائی زمانہ کی ہے اور ابتدائی زمانہ میں حدیث لکھنے کی ممانعت تھی بوجہ اندیشۂ خلط قرآن بالحدیث

لہ لحدیث ابن عمرؓ قال قلت یا رسول اللہ اسمع منک الشیٔ افاکتبہ قال نعم قال فی الغضب والرضی قال نعم فانی لا اقول فیہما الا احقار، مقدمۃ الاوجز صـ ۹ ـ

اسوجہ سے انکی روایات زیادہ ہیں۔ اشکال مذکور کا ایک جواب تو گذر گیا۔ دوسرا جواب[1] یہ ہے کہ حضرت
ابوہریرہ طلب میں لگے رہتے تھے اور حضرت عبد اللہ عبادت میں لگے رہتے تھے جسکی وجہ سے زیادہ روایات نہیں پہنچا سکے
تیسرا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ ؓ نے فتوح کے بعد مدینہ میں قیام فرمایا اور
حضرت عبد اللہ طائف و شام چلے گئے جس کی وجہ سے انکی شہرت نہیں ہو سکی اور حضرت
ابوہریرہ سے آٹھ سو تابعی روایات بیان کرتے ہیں اور کسی صحابی کے اتنے شاگرد نہیں
ہیں۔ رابع جواب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ کے لئے دعا کی تھی،
خود ابوہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے بعد پھر میں کبھی بھولا نہیں اور
ظاہر ہے کہ حافظ بہ نسبت کاتب کے زیادہ یاد کریگا کیونکہ کاتب تو کتابت میں مشغول رہے گا،
پانچواں جواب یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ اسرائیلیات کو بھی ذکر فرماتے تھے، اسلئے ائمہ حدیث
نے ان سے عامۃً ان سے حدیث روایت نہیں کی۔ چھٹا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ
کا قول دعا سے پہلے کا ہے تو قبل دعا تو عبد اللہ اکثر حدیثا تھے اور بعد دعا کے ابوہریرہ ؓ
اکثر حدیثا ہو گئے۔ ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ خود ابوہریرہ ؓ کے پاس کتابوں کا انبار لگا ہوا
تھا جو کہ ابوہریرہ کا خود کتابت کی ہوئی تھیں اور ابوہریرہ نے انبار کتب کو دکھلایا بھی ہے

ما حدیثا عنہ منی انا ما کان من عبد اللہ ابن عمر فانہ کان یکتب ولا اکتب آہ ص ۲۲ [2] عن ابی ہریرۃ قال
ان الناس یقولون اکثر ابوہریرۃ ولولا آیتان فی کتاب اللہ ما حدثت حدیثا ثم یتلوا ان الذین
یکتمون ما انزلنا من البینات والہدی الی قولہ الرحیم ان اخواننا من المہاجرین
کان یشغلہم الصفق بالاسواق وان اخواننا من الانصار کان یشغلہم العمل فی اموالہم وان ابا ہریرۃ کان
یلزم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لشبع بطنہ ویحضر ما لا یحضرون ویحفظ ما لا یحفظون بخاری ج ۱ ص ۲۲
[3] قال ابن عباس ؓ لما اشتد بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم وجعہ قال ائتونی بکتاب اکتب لکم کتابا الحدیث
مقدمۃ اللامع جزء ص ۹۔

پھر جب بعد میں قرآن ممتاز ہوگیا تو پھر لکھنے کی اجازت ہوگئی، جیسا کہ مندرجہ بالا واقعات سے معلوم ہوگیا، اور بھی اس کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ (۲) بوجہ قرب عہد اور قوت حافظہ کتابۃ کی نہیں تھی کیونکہ قرب کی وجہ سے کچھ وضع اور غیر وضع کا کبھی اندیشہ نہ تھا (۳) نہی اختلاط بالقرآن سے تھا، پہلا جواب تو خلط قرآن کا تھا، دونوں میں فرق ہے یعنی دونوں کو ملا کر نہ لکھا کر اس سے نہی تھی (۴) قوی حافظہ والوں کے لیے ممانعت تھی نہ کہ ضعیف الحافظ کے لئے۔ (۵) کتابت کے نہیں جاننے کی وجہ سے ممانعت تھی۔ (۶) عدم تہیا اسباب کی وجہ سے ممانعت تھی، جیسے کاغذ وغیرہ نایاب تھا۔ چنانچہ قرآن کریم پتوں و ہڈیوں پر لکھا جاتا تھا، تو چونکہ ایک تو سامان کی ویسے ہی کمی اور پھر کتابت حدیث کرے اور کبھی تنگی ہوتی تو شاید اس وجہ سے نہی فرمائی گئی۔ بہر حال[۱] خلاصہ یہ ہے کہ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کتابی شکل پر حدیث کی تدوین ہوئی اور نہ صحابۂ کرام کے زمانہ میں اور نہ کبار تابعین رحمہم اللہ کے زمانہ میں بلکہ صغار تابعین کے زمانہ میں خلیفۂ اول ہوئے اور اپنے عدل و انصاف کی وجہ سے عمر ثانی کے نام سے مشہور رہے۔ انہوں نے ابو بکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب زہری اور ابو بکر بن محمد عمرو بن حزم کو خط لکھا، اس کے متعلق ان حضرات نے سلسلہ تصنیف شروع کی اس میں سب کا اتفاق ہے کہ تدوین علم حدیث حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں ہوئی تھی لیکن اس میں اختلاف ہے کہ اس علم کا سب سے پہلا مصنف کون ہے اس بارے میں بہت سے اقوال ہیں اور وہ اپنی اپنی جگہ پر صحیح بھی ہے لیکن جمہور محدثین کی رائے یہ ہے کہ اول مدون حدیث دو شخصوں میں سے ایک ہیں (۱) یا تو محمد بن مسلم جو زہری اور ابن شہاب کی

---

[۱] وبالجملۃ ان کتابۃ الحدیث مع اختلاف السلف فی جوازہ بدئت فی زمان النبی صلعم ثم شاعت فی عصر التابعین وبدا تدوینہ فی صور الکتب والرسائل فی اواخر عصرہم واختلفوا فی اول من دون الحدیث قال الحافظ فی مقدمۃ الفتح فاول من جمع ذالک الربیع بن صبیح وسعید بن ابی عروبۃ وغیرہما الخ مقدمۃ الاوجز ص ۹۔

کینت سے مشہور ہے۔ (۲) ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم ہیں، اکثر کی رائے[1] ہے کہ اول زہری ہیں لیکن حافظ کی رائے یہ ہے کہ عمرو بن حزم ہیں، البتہ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ اول جامع الحدیث والاثر ابن شہاب آمر لہ عمر۔ واول الجامع للابواب۔ جماعۃ فی العصر ذو اقراب کابن جریج وہشیم مالک۔ ومعمر وولد المبارک۔ واول الجامع بالاقتصار علی الصحیح فقط البخاری ابن شہاب زہری[2] المتوفی سنہ ۱۲۵ھ اور ابوبکر بن حزم المتوفی سنہ ۱۲۰ھ دونوں کا زمانہ ایک دوسرے سے قریب اور دونوں ہم عصر ہیں اور ان کے علاوہ امام مالک مدینہ میں اور سفیان ثوری نے کوفہ میں اور امام اوزاعی نے شام میں اور ان کے علاوہ سب ہم عصر نے اپنی اپنی جگہ میں تدوین حدیث کی اور جب خرق باطلہ پیدا ہو گئے، عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں تو انہوں نے باندیشہ اتلاف حدیث اور خلط صحاح بالموضوعات اسکی تدوین کا اہتمام کیا اور امر بالکتابۃ فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو جمع کرایا۔

---

[1] وصنف ابن جریج بمکۃ والاوزاعی بالشام والثوری بالکوفۃ وحماد بن مسلمۃ بالبصرۃ وہشیم بالواسط ومعمر بالیمن وابن المبارک بخراسان وجریر بن عبدالحمید بالری وکان ہؤلاء فی عصر واحد فلا یدری ایہم سبق الخ مقدمۃ الاوجز ص ۹

[2] ان اول ہذہ الطبقات وہی طبقۃ اول المدونین مطلقاً الزہری علی رای السیوطی وہو محمد بن مسلم بن شہاب الزہری المتوفی سنہ ۱۲۵ھ کما فی تقریب الحافظ وختار ہذا القول جماعۃ من المحققین آہ۔ وعن البخاری تعلیقا الاشارۃ الی ان اولہم ابوبکر بن حزم وہو ابوبکر محمد بن عمرو بن حزم المتوفی سنہ ۱۲۰ھ علی ما اختارہ الحافظ فی تقریب مقدمۃ الاوجز ص ۱۰ اور جب روافض وخوارج اور معتزلہ وغیرہ کے مہیب فتنے سر ابھارنے لگے اس وقت اسکی ضرورت زیادہ محسوس ہوئی سنہ ۱۰۱ھ میں عمر بن عبدالعزیز مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ نے تمام قلمرو میں حکم نافذ کر دیا کہ احادیث لکھی جائیں، روایتوں کو مدون کیا جائے۔ مجامع میں کثرت سے پڑھی جائیں الخ سنہ ۱۵۰ھ تک روایات جمع کی جاتی رہیں لیکن سنہ ۱۵۰ھ کے گذرنے کے بعد جمع کردہ روایات میں ترتیب کا لحاظ بھی کیا جانے لگا۔ الخ حدیث کے تین دور ہوئے ایک دور سنہ ۱۰۱ھ

چھٹی بحث اجناس علوم میں علم حدیث

علوم کی تقسیم بہت اعتبارات سے کی گئی ہے۔ (۱) علوم شرعیہ وغیر شرعیہ (۲) علوم عقلیہ وعلوم نقلیہ (۳) علوم اصلیہ وعلوم فرعیہ، لیکن حدیث علوم شرعیہ ونقلیہ واصلیہ میں سے ہے

ساتویں بحث مرتبہ علم حدیث کے بیان میں

علم حدیث باعتبار شرافت کے دوسرے درجہ میں ہے اول درجہ میں کلام اللہ تعالیٰ ہے اور باعتبار تعلیم کے اس علم کا درجہ علوم عالیہ کے بعد میں ہے، جیسے ذات باری تعالیٰ قدیم ہے ویسے کلام اللہ تعالیٰ بھی قدیم ہے، ادھر رسول دوسرا درجہ پر ہے اسلئے آپ کا کلام بھی دوسرا درجہ پر ہے، علامہ جامیؒ نے خوب کہا ہے۔

؎ یا صاحب الجمال ویا سید البشر   من وجہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ   بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

سے سنہ ۱۵۰ھ تک جس میں حدیثیں جمع کی گئی، دوسرا دور سنہ ۱۵۰ھ سے سنہ ۲۰۰ھ تک جسمیں ترتیب کا لحاظ کیا گیا، تیسرا دور سنہ ۲۰۰ھ سے بعد کا ہے جس میں خیال پیدا ہوا کہ مرفوعہ، موقوفہ، مقطوعہ روایات چونکہ خلط ملط ہیں اسلئے ایسی تصانیف ضروری ہیں کہ جن میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال یعنی مرفوعات کو جمع کیا جائے اس کا احساس سب سے زیادہ امام بخاریؒ کو ہوا چنانچہ انہوں نے تجرید کامل کا عزم مصمم کرلیا اور سولہ سال کے عرصہ میں (بخاری) چھ لاکھ احادیث کا نچوڑ تیار کردی ملخص از تقریر بخاری شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ مرتب مولانا کفیل احمد کیرانوی

آٹھویں بحث تقسیم علم حدیث کے بیان میں

یہ علم آٹھ قسموں پر مشتمل ہے۔ عقائد[۱]، احکام[۲]، تفسیر[۳]، تاریخ[۴]، مناقب[۵]، فتن[۶]، آداب[۷]، رقاق[۸]۔ علمِ حدیث کی جو بھی کتاب ہوگی وہ ان آٹھ میں سے کسی نہ کسی پر خود مشتمل ہوگی۔ مقدمۃ الکتاب، غرض وغایت اور وجہ تسمیہ، مؤلف، اجناس، مرتبہ، تقسیم، حکم، ابوداؤد کی تعلیم وتعلم سے غرض جو فوائد مقدمۃ العلم کی بحث میں گذر چکے ہیں وہی فوائد اس کتاب کے پڑھنے سے حاصل ہیں۔ دوسری غرض کسی کتاب کی خصوصی ہوتی ہے، بوجہ چند خصوصیات کتاب کے۔ اسلئے ابوداؤد کی ایک غرض خصوصی ہے، بوجہ خصوصیات کے جو معتمد اور افضل ہے۔ (۱) ابوداؤد نے اپنی کتاب میں مستدلات ائمہ کو بیان کیا ہے۔ حیث قال کل حدیث لم اتکلم علیہ فہو صالح للاحتجاج، اور یہ بات دوسری کتابوں میں نہیں ہے۔ اسلئے علماء کہتے ہیں کہ عمل کرنے کے لئے کلام اللہ وسنن ابوداؤد کافی ہے۔ (۲) ایک مضمون کی بہت ساری روایات کو ایکجا بصورت تحویل کے جمع کر دیئے ہیں اور اختلاف سند پر بھی متنبہ کر دیئے ہیں اور جہاں متن حدیث میں اختلاف ہوتا ہے اس پر بھی متنبہ کر دیئے ہیں۔ اگر دو روایتیں معارض جمع ہو جاتی ہیں تو امام ابوداؤد دونوں کے متعلق ایک ایسا ترجمۃ الباب بیان کر دیتے ہیں کہ جس سے ان دونوں روایتوں کا تعارض دور ہو جاتا ہے۔ (۳) ان کی کتاب میں ایک روایت ثلاثی بھی ہے، وجہ تسمیہ امام ابوداؤد نے اپنی کتاب کا کوئی نام نہیں رکھا، اسلئے کہ اسکو اسکی مصنف کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور اس کو سنن ابوداؤد کہتے ہیں، مصنف کا نام سلیمان بن الاشعث بن شداد الازدی البصری السجستانی اور شنوہ قبیلہ میں سے سجستان کے رہنے والے ہیں سنہ ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے اور تہتر ۷۳ سال زندہ رہ کر سنہ ۲۷۵ھ میں وفات پائی، خود امام داؤد فرماتے ہیں کہ پانچ لاکھ احادیث حفظ یاد تھیں میں نے ان میں سے چار ہزار آٹھ سو احادیث

منتخب کرکے اپنی اس کتاب کے اندر ذکر کی اور پھر مذکورہ احادیث میں سے چار حدیث ایسی منتخب کرکے رکھی ہیں جو انسان کے دنیاوی اور اخروی زندگی کے لئے کافی ہے اور وہ احادیث اربعہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) انما الاعمال بالنیات الخ۔ (۲) لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ (۳) من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ (۴) الحلال بین والحرام بین وبینہما مشتبہات آخ، پہلی حدیث میں تمام عبادات کی تصحیح موقوف ہے (نیتوں پر) اگر تمام عمر میں ایک سجدہ بھی اللہ کے واسطے ہو جائے تب بھی کافی ہے، دوسری کلیہ ادائیگی حقوق العباد میں، تیسری محافظ اوقات پر موقوف ہے اور ظاہر ہے کہ جو شخص اوقات کی محافظت کرتا ہے وہ دین و دنیا میں کامیاب ہوتا ہے اور حدیث چہارم معاملات کے اہتمام کے لئے کافی ہے، شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کا ارشاد ہے کہ واقعی بقول امام ابوداؤد چار حدیثیں دنیا و آخرت کے واسطے نجات کے لئے کافی ہیں، امام ابوداؤد کے لئے بھی جامع الحدیث کا اطلاق کیا گیا ہے، مگر اس اعتبار سے کہ انہوں نے سنن پہلے سے لکھی ہیں اور باقی سنن نسائی، ترمذی، ابن ماجہ سب اس کے بعد لکھی گئی ہے، علماء فرماتے ہیں کہ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا موم ہو جاتا تھا ایسے ہی ابوداؤد کے ہاتھ میں حدیث کا لوہا موم تھا، امام داؤد سجستانی کے معاصر میں امام بخاری سے آٹھ سال چھوٹے ہیں اور امام مسلم سے دو سال بڑے ہیں، اسلئے جو شاگرد امام بخاری کے ہیں وہ شاگرد امام ابوداؤد کے ہیں، امام ابوداؤد کے فخر کے لئے یہی کافی ہے، امام ترمذی امام نسائی جیسے جلیل القدر حضرات آپ کے شاگرد ہیں، ابوداؤد کے خاص استاد امام احمد بن حنبل ہیں، امام ابوداؤد فخر کرتے ہیں کہ ایک حدیث مجھ سے میرے استاد امام احمد بن حنبل نے لی ہے۔ سجستان کے بعض محدثین نے لکھا ہے کہ یہ بصری کے قریب ایک موضع ہے، مگر یہ درست نہیں، بظاہر یہ دھوکہ اس سے لگا ہے

کہ امام ابوداؤد بصری مشہور ہیں، اس سے سمجھا کہ سجستان بصری کے قریب ہے کوئی جگہ، اور یہ غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ سجستان معرب ہے سیستان کا اور سیستان کابل میں ایک جگہ ہے، سجستان کے حرف جیم میں اختلاف ہے کہ آیا یہ بالکسر ہے یا بالفتح بعض حضرات نے بالکسر اور بعض حضرات نے بالفتح لکھا ہے اور بالکسر کی وجہ یہ ہے کہ یہ معرب ہے سیستان کا اور فتحہ کی یہ ہے کہ دراصل سگستان ہے اور فوج کی چھاؤنی تھی چونکہ اس وقت سپاہی کو کلاب الامیر لکھتے تھے یا اسی وجہ اس کا نام سگستان رکھا گیا تھا، لہٰذا جیم کو مفتوح پڑھنا چاہیے، امام ابوداؤد کے متعلق اختلاف ہے کہ آیا آپ مقلد[1] تھے یا مجتہد بصورت مقلد آپ کس امام کے مقلد تھے اور بعض حضرات تو کہتے ہیں کہ مقلد نہیں تھے لیکن آپ کا مذہب نہیں چلا، مگر اکثر حضرات فرماتے ہیں کہ آپ مقلد تھے اور امام شافعی کے مقلد تھے، یہی مشہور ہے کہ، لیکن میری[2] نظر میں راجح یہ ہے کہ آپ امام احمد بن حنبل کے مقلد تھے اور میرے نزدیک اس کے کئی وجوہ ہیں (۱) طبقات شافعیہ میں کہیں بھی امام ابوداؤد کا ذکر نہیں (۲) طبقات حنابلہ میں آپ کا ذکر کیا گیا ہے۔ (۳) آپ اپنی سنن میں بہت زور شور سے مذہب حنبل کی تائید کرتے ہیں اور کہیں شافعیہ کی پر زور تردید کرتے ہیں، ان وجوہ سے آپ کا حنبلی المذہب ہونا معلوم ہوتا ہے۔ فضائل ذکر میں ذکر کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا (آپ صلعم) نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص سنن پڑھنے کا قصد رکھتا ہے تو اسکو چاہیے کہ سنن ابوداؤد پڑھے فقاہتہ بیدار کرنے کیلئے ابوداؤد کافی ہے، حاصل یہ ہے کہ امام ابوداؤد مقلد ہیں مجتہد نہیں اور مقلد امام احمد بن حنبل کے ہیں۔

---

[1] نسائی، ابوداؤد حنبلیان صرح بہ الحافظ ابن تیمیہ وزعم آخرون انہما شافعیان وامام مسلم فقیل شافعی وقال فی العرف الشذی وامام مسلم فلا اعلم مذہبہ بالتحقیق وامام ابن ماجہ فلعلہ شافعی والترمذی شافعی وابوداؤد والنسائی فالمشہور انہما شافعیان والحق انہما حنبلیان۔ البخاری الامام مجتہد برأسہ ہذا ملخص مقدمۃ الامع صد۱

[2] المراد بہ شیخ الحدیث المولانا محمد زکریا الکاندھلوی المہاجر المدنی رحمہ اللہ۔ از امام۔

حقیقت تقلید:۔ تقلید کی حقیقت یہ ہے کہ مسئلہ امام کو بلا دلیل عمل کے واسطے قبول کرنا، ان حضرات محدثین کی تقلید ایسی نہیں ہوتی ہے کہ بالکل جامدانہ ہو یعنی بالکل لکیر کے فقیر نہیں بلکہ بعض جگہ پر یہ حضرات امام کے خلاف کر دیتے ہیں لیکن ہم لوگوں کا چارہ بغیر تقلید کے نہیں کیونکہ ہماری ڈوڑ بڑی سی بڑی کسی پر پہونچے گی، کوئی مسلمان اس بات کو گوارہ نہیں کرسکتا کہ ان اماموں کا قول حدیث رسول کا مقابلہ کرے بلکہ خود امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے کہ اگر کوئی قول میرا حدیث رسول کا مقابلہ کرے تو میرے قول کو دیوار پر پھینک مارو، کیونکہ تقلید کا یہ مطلب نہیں ہے کہ رسول اللہ صلعم کے قول کو چھوڑ کر دوسرے کے قول کو اختیار کرے اور یہ صحاح ستہ والے چونکہ نقاد حدیث ہیں انکو زیبا ہے کہ وہ کسی جگہ امام کے قول کو چھوڑ دیں، علماء نے بیان کیا ہے کہ آجکل کے علماء علماء نہیں ہیں بلکہ عامی ہیں اور اس قول کی تائید علامہ شامی نے کافی کی ہے، اجناس مجھے پندرہ سال کے تتبع سے پندرہ اقسام معلوم ہوتے ہیں اور ممکن ہے کہ اور بھی ہوں، اور تلاش سے اور بھی مل جائیں[1]۔ جامع[1]، سنن[2]، مسند[3]، معجم[4]، اجزاء[5]، رسائل[6]، اطراف[7]، افراد[8]، غرائب[9]، علل[10]، مستدرک[11]، مستخرج[12]، تراجم[13]، مشیخہ[14]، تعالیق[15]۔ جامع وہ کتب ہیں جن میں حدیث کے جملہ اقسام موجود ہوں یعنی عقائد، احکام، رقاق، مناقب، سیر، آداب، تفسیر، فتن، جامع کا اطلاق متفقہ طور سے تو بخاری، ترمذی پر آتا ہے، اور مسلم شریف کے جامع ہونے میں اختلاف ہے، شاہ عبد العزیز صاحبؒ نے عجالۂ نافعہ میں صد ۱۹ پر فرمایا کہ صحیح مسلم جامع نہیں ہے اور صحیح مسلم میں چند احادیث۔ لیکن احادیث موتقہ بتفسیر وقرأت ندارد وایں جہت او را جامع نگویند اور صاحب قاموس

---

[1] حضرت شیخ الحدیث علامہ مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر نور اللہ مرقدہ وقدس اللہ سرہ واعلی اللہ مراتبہ نے کتب احادیث کے اٹھائیس انواع واقسام مقدمہ لامع الدراری علی جامع البخاری صد ۴۳ تا صد ۶۲ میں تحریر فرمایا ہے جو درج ذیل ہیں۔ جامع، سنن، مسانید، معاجم، مشیخات، اجزاء اور رسائل، اربعینات، افراد وغرائب، مستدرک، مستخرج، علل، اطراف، تراجم، تعالیق، ترغیب وترہیب، مسلسلات، ثلاثیات، امالی، زوائد، مختصرات، تخاریج، شرح الآثار، اسباب الحدیث، ترتیب، تالیف، الکتب المؤلفہ فی الموضوعات، الکتب المؤلفۃ فی ادعیۃ المأثورہ، ناسخ والمنسوخ، لامع صد ۴۳ الی صد ۶۲

نے بیان کیا ہے کہ مسلم جامع ہے اور مبنی اختلاف یہ ہے کہ مسلم شریف میں تفسیر احادیث بہت کم ہیں تو جس نے قلیل کا اعتبار کیا تو اس نے جامع کہدیا اور جس نے قلیل کا اعتبار نہیں کیا اس نے اسکو جامع نہیں کہا، سنن وہ کتب ہیں جن کی ترتیب کتب فقہ کی ترتیب پر ہو مسند وہ کتب ہیں جنمیں صحابہ کرام کی ترتیب کے اعتبار سے روایت درج ہوں، خواہ وہ ترتیب مرتبہ کے اعتبار سے ہو، مثلاً سب سے قبل حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کی جمیع روایات مندرج ہوں اور بعد میں حضرت عمرؓ کی بلم جرادہ خواہ ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے ہوں۔

معاجم:۔ معاجم کی تعریف میں نے بچپن میں سُنی تھی وہ یہ ہے کہ معاجم وہ کتب حدیث ہیں جن میں اسانید کے اعتبار سے روایات جمع کیے گئے ہوں لیکن اب میری رائے یہ ہے کہ وہ کتب حدیث ہیں کہ جن میں حروف تہجی کے اعتبار سے روایات مندرج ہوں کیونکہ میں نے معاجم کو ایسا ہی دیکھا، اجزاء اور رسائل، میرا خیال ہے کہ اجزاء ورسائل کسی زمانہ میں یہ دو نوع تھیں، لیکن بعد میں یہ دونوں ایک ہوگئیں، وہ کتب حدیث جنمیں ایک ہی شخص کی روایت جمع کردی گئیں ہوں، مثلاً جزء ابو بکر کا ایک مضمون کی روایات ایک جگہ جمع کردی گئیں ہوں، مثلاً رفع الیدین، اطراف ایک روایات کو تمام مسانید کے ساتھ تمام کتب سے نقل کرکے ایک جا جمع فرمایا، پھر دوسرے کو بھی اس طرح، غرائب روایات کو ایک جا جمع کرنا یعنی روایت غریبہ کو ایک جمع کرنا، علل ایک روایت کے مواقع ضعف پر متنبہ کرنا۔ مستدرک کسی امام کے شرط کے مواقع بقیہ روایات کو جمع کرنا کسی مصنف کی روایات کو اپنی مسند سے بیان کرنا۔ الفرق بین المستخرج والمستدرک، مستدرک کہنے کا قصد در اصل اعتراض ہوتا ہے، مثلاً ان مصنف نے ان روایات کو ترک کردیا۔ باوجود اس بات کے کہ یہ تمام روایات بھی اس مصنف کی شرط کے موافق ہیں اور تصنیف مستخرج میں تائید کرنا

ے اس سے مراد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ ہیں۔ از امام

ہوتا ہے۔ تراجم اپنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک ایک سند لے کر جو تمام کے تمام روایات
اس سند کے مروی ہوں ان تمام کو جمع کر دیا، وعلم جرا شیخہ ایک شیخ کی تمام روایات کو ایک جا
جمع کر دینا۔ افراد ایک راوی کے تمام روایات کو یکجا جمع کر دینا۔ تعالیق کسی کتاب کی روایت
بحذف سند نقل کر دینا۔ ومن انواع الکتب الحدیث الا بعینات وہی کتب التی جمعت فیہا اربعون

مرتبہ سنن ابوداؤد، مرتبۂ ابوداؤد کا دو حیثیت رکھتا ہے (۱) باعتبار تعلیم و تعلم۔ (۲) باعتبار
شرافت۔ شرافت کے اعتبار سے ابوداؤد کا تیسرا مرتبہ ہے۔ اول درجہ بخاری کا، دوم مسلم کا،
چہارم نسائی کا، پنجم ترمذی، ششم ابن ماجہ کا ہے، یہ مرتبہ ان کتابوں کا باعتبار شرافت کے ہے اور
باعتبار تعلم ابوداؤد کا دوسرا درجہ ہے، سب سے پہلا درجہ باعتبار تعلم کے ترمذی شریف کا ہے،
دوسرا درجہ ابوداؤد کا ہے، تیسرا درجہ بخاری شریف کا ہے، چوتھا درجہ مسلم شریف کا ہے، پانچواں
درجہ نسائی کا، چھٹا درجہ ابن ماجہ کا یہ ترتیب باعتبار تعلیم و تعلم ہے، اس جگہ جہاں کہ ان کتابوں
کو ایک مدرس پڑھائے، لیکن ہمارے یہاں ہر کتاب کے لئے مستقل ایک مدرس ہے اسلئے اس
ترتیب کو معمول بہا نہیں بنایا جا سکتا ہے۔

ترتیب تعلیم:۔ حدیث معلوم کرنے کے بعد سب سے پہلے مہتم بالشان مذاہب کا علم ہے
اور مذاہب کا بیان کرنا امام ترمذی کا وظیفہ ہے اسلئے اول مرتبہ ترمذی کا ہے، بعد ازیں ہر مذہب
کا مستدل کا جاننا ضروری ہے، مذاہب کا استدلال بیان کرنے کا وظیفہ ابوداؤد کا ہے بایں وجہ
دوسرا مرتبہ ہو گا، بعد ازیں طرق استنباط کا جاننا ضروری ہے، یہ وظیفہ بخاری کا ہے، اسلئے بخاری کا

والاوجہ عندی فی ترتیب التحصیل ان یقدم الترمذی ثم اباداؤد ثم البخاری ثم مسلما ثم النسائی ثم ابن ماجہ ثم
الموطا لان طالب الحدیث اول ما یحتاج الیہ تحقیق المذاہب وانواع الحدیث ثم دلائلہم ثم طرق الاستنباط
ثم جمع الروایات ثم التنبیہ علی الضعاف ثم التایید بالآثار الخ فان وظیفۃ الترمذی بیان المذہب وانواع الحدیث
ومقصد ابی داؤد جمع دلائل الائمۃ ومعظم خاص البخاری طرق الاستنباط ودأب مسلم جمع الروایات بالطرق الکثیرۃ

تیسرا مرتبہ ہوگا، بعد ازیں اس کا جاننا ضروری ہے کہ مستدلات میں کس کی مستدل کو تقویت ہے، یہ وظیفہ مسلم کا ہے بایں وجہ ان کا درجہ چہارم کا ہے بعد ازیں حدیث معلل ومسلسل کا جاننا ضروری ہے اور احادیث میں علل بیان کرنے کا وظیفہ نسائی کا ہے بایں وجہ نسائی کا پانچواں مرتبہ ہوا، اسلئے اس کا پڑھنا بہت ہی مشکل ہے کیونکہ معللات کا معلوم کرنا بہت ہی مشکل ہے اور اگر نسائی کے پڑھنے کے وقت علل بیان کی جائے تو پھر اس کتاب کی جیسی کوئی کتاب مشکل نہیں پھر اس کے بعد روایات کے درجات کا جاننا ضروری ہے باعتبار صحت وسقم اور یہ وظیفہ ابن ماجہ کا ہے، اسی وجہ سے اس کا مرتبہ چھٹا ہوا۔

ترتیب تقسیم کتب باعتبار مرتبہ اجمالاً

ترتیب کتب باعتبار مرتبہ شاہ عبد العزیزؒ کے رسالہ میں اجمالاً موجود ہے، اس رسالہ کا حفظ کرنا ضروری ہے، شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ کتب حدیث کے پانچ طبقات ہیں، اول مرتبہ صحاح کا ہے، طبقہ اولیٰ[1] کی کتابوں میں کوئی بھی حدیث آجائے اسکو بے کھٹکا کہدیا جائیگا وہ صحیح ہے شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے مؤطا مالک کو صحاح میں داخل کیا گیا اور مستدرک حاکم کو نہیں داخل کیا لیکن دوسرے محدثین نے مستدرک حاکم کو بھی صحاح میں داخل کیا ہے، طبقہ ثانیہ[2] حسن جو صالح للاحتجاج ہو اگر اس طبقہ کی کتب کے اندر کوئی بھی حدیث آجائیگی تو بے کھٹک کہدیا جائیگا کہ یہ عمل کرنے کے لئے کافی ہے، اس دوسرے طبقہ میں ابوداؤد والنسائی، ترمذی اور مسند احمد وغیرہ داخل

ھو واشار النسائی الی علل الحدیث وجمع ابن ماجۃ الصحاح والضعاف واکثر فی الموطا الآثار الخ مقدمۃ الاوجز صہ ۸۴ [1] طبقۂ اولیٰ مثل الموطا وصحیح البخاری وصحیح مسلم وصحیح ابن حبان والحاکم والمختار صحیح ابن خزیمہ وابن ابی عوانۃ وصحیح ابن السکن والمنتقیٰ لابن الجارود مقدمۃ اللامع صہ ۳۸

[2] وثانیہا الکتب الذی لا یتنزل احادیثہا من الصالح للاخذ منہا سنن ابی داؤد وجامع الترمذی ومسند احمد الخ وکلام الاکثرین یدل علی ان النسائی ایضاً من ہذا القبیل۔

ہیں، طبقۂ ثالثہ[1] کتب احادیث کا وہ یہ ہے کہ جس میں کوئی بھی مرفوع روایت آجائے تو نہ اس کو صحیح اور نہ ضعیف کہہ سکتے ہیں بلکہ تتبع اور تلاش کریں گے اسکی صحت و سقم میں اس میں ابن ماجہ و مصنفۂ ابی شیبہ وغیرہ داخل ہیں[2]، طبقۂ رابعہ کتب احادیث کا وہ ہے کہ جسمیں کوئی حدیث آجائے تو اس کو بے کھٹک کہدیں گے کہ ضعیف ہے، اور ضعیف کہنے میں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے البتہ صحیح کہنے میں تنقیح کی ضرورت ہے، اس وظیفہ میں تفسیر کی کتب داخل ہیں، طبقہ خامسہ جس میں صرف موضوع روایات ہیں ان کتب کی روایات کو بیان و روایت کرنا درست نہیں اور ان کتابوں کو سہولت کے واسطے لکھ دیا جاتا ہے۔

دوسری تقسیم کتب کی باعتبار مرتبہ تفصیلاً

اوّل درجہ بخاری کا، دوم درجہ مسلم کا، سوم درجہ ابو داؤد کا، چہارم درجہ نسائی کا، پنجم درجہ ترمذی کا، ششم درجہ ابن ماجہ کا ہے، بعض لوگوں نے ابو داؤد کی جگہ دوسری کتاب کا نام لیا اور یہ قول صحیح نہیں اور بعض نے ابو داؤد کا درجہ نسائی کے بعد بتایا ہے اور نسائی کو مقدم کیا لیکن یہ قول جمہور کے خلاف ہے، عند الجمہور ابو داؤد کا تیسرا ہی درجہ ہے، تفصیل مذکور کی وجہ ان حضرات محدثین کے نزدیک ہر راوی میں دو چیزیں ہوا کرتی ہیں (۱) اول ذاتی اوصاف میں راوی اعلیٰ درجہ کا ہو (۲) اس راوی کو استاد کے ساتھ خاص تعلق ہو کبھی سفر و حضر میں ساتھ رہا ہو، اور جو راوی ایسا ہو وہ اکثر استاد کے فنِ راز سے واقف ہوتا ہے اور دوسرا ایسا نہیں ہوتا ہے، امام بخاری نے اپنی کتاب میں ان دونوں چیزوں کو علی وجہ الکمال شرط لگا ہے اسی وجہ سے

---

[1] ثالثہا الکتب الذی یوجد فیہا کل نوع من الاحادیث الحسن والصالح والمنکر منہا سنن ابن ماجہ ومسند الطیالسی الخ مقدمۃ اللامع صہ ۳۸

[2] ورابعہا الکتب التی کلما یوجد فیہا الاحادیث یحکم علیہ بالضعف منہا نوادر الاصول للحکیم الترمذی وتاریخ الخلفاء وتاریخ ابن نجار ومسند الفردوس للدیلمی الخ [3] منہا موضوعات ابن الجوزی وتنزیہ الشریعۃ وموضوعات الشیخ محمد طاہر الفہروانی وغیرہا اھ مقدمۃ اللامع صہ ۳۹

بخاری شریف کا مرتبہ تمام کتب میں اعلیٰ مرتبہ ہے اور وہ اول نمبر پر ہے، امام مسلم نے اپنی کتاب
میں جزو اول کی شرط لگائی ہے اور ثانی کی نہیں، امام مسلم امام بخاری کے ساتھ جزو
اول میں شریک ہیں جزو ثانی میں نہیں۔ امام بخاری کی دو شرط ہیں لیکن اول شرط اہم ہے ثانی
سے اسوجہ سے اس کتاب کا نمبر اول ہوگا جو بخاری کی شرط میں شریک ہوگی تو وہ اس کتاب سے
جو بخاری کی شرط اول میں شریک نہ ہو اعلیٰ ہوگی، اسکی مثال مسلم شریف ہے اور ابوداؤد کہ
ان میں سے مسلم کا درجہ بڑا ہے، ابوداؤد سے مسلم نمبر اول پر ہے اور دوسرا نمبر ہے ابوداؤد کا
اکثر لوگ اپنی تقریرات و تحریرات میں اس بات کو دیکھ کر اس روایت کی راوی امام بخاری کی
روایت کے راویوں میں ہیں اور روایت امام بخاری کی شرط کے موافق ہے یہ کہدیا کرتے
ہیں لیکن یہ صحیح نہیں جب تک کہ یہ علم نہ ہوجائے اس راوی کا جو استاد ہے اس استاد
سے اس راوی نے اس روایت کو بخاری میں کرنا نہ معلوم ہوجائے اور جب تک یہ چیز ثابت نہ ہو
اس وقت تک اس روایت کو بخاری کی شرط کے موافق کہنا درست نہیں بہرحال امام مسلم بخاری
کے ساتھ شرط اول میں شریک ہیں شرط ثانی میں نہیں اسی وجہ سے مسلم کا دوسرا درجہ ہے
امام ابوداؤد بخاری کی شرط ثانی کے ساتھ شریک ہیں اول میں نہیں لہذا ابوداؤد کا تیسرا درجہ
ہے، امام نسائی و امام ترمذی دونوں میں سے کسی میں شریک نہیں، لیکن امام نسائی نے اپنی
کتاب میں یہ شرط لگائی ہے کہ میں اپنی کتاب میں ایسی روایت کو ذکر نہیں کرونگا جس کی ترک
پر لوگوں نے اجماع کیا ہو اور یہ شرط امام ترمذی نے اپنی کتاب میں نہیں لگائی بایں وجہ درجہ نسائی
کا چہارم ہے اور ترمذی اس سے کم (ترمذی پانچواں درجہ میں ہے) چونکہ انہوں نے صحیح منکر ضعیف
سب قسم کی روایت نقل کردی ہے اور صحت خاص کا کوئی التزام نہیں کیا ہے اسلئے ان کا پانچواں
درجہ ہوگیا، اسمیں روایت موضوعہ بالکل نہیں ہیں، ہاں بعض صحیح روایات کو ضعیف اور ضعیف
روایات کو صحیح کہدیا ہے، ابن ماجہ چھٹا درجہ میں ہے چونکہ اس میں بعض روایات موضوع بھی نقل ہوگئیں

ان تمام مقسموں کا یہ مطلب نہیں کہ ان کتابوں میں کوئی روایت جرح والی نہیں ہے، بلکہ ان تمام کتابوں میں جرح کی روایت موجود ہے حتیٰ کہ بخاری میں بھی روایت متکلم فیہ موجود ہے تنہا بخاری کی متکلم فیہ روایات اکیسو دس ہیں اور تنہا مسلم کی متکلم فیہ روایات اکیسو تیئیس[۱۲۳] ہیں اور تیس روایتیں دونوں کی مشترک ہیں اسلئے بخاری کی متکلم فیہ روایات[لہ] اٹھتر[۷۸] ہیں اور مسلم کی متکلم فیہ روایات اکیسو[۱۰۰] ہیں مسلم اور بخاری میں بائیس[۲۲] روایتوں کا فرق ہے اور ابو داؤد کے جلد اوّل میں خطبہ نہیں ہے اور جلد ثانی میں خطبہ ملتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری مکہ معظمہ میں صبح سے ظہر تک کتابیں لکھا کرتے تھے اور انہیں ایسا ہی ملے، امام ابوداؤد نے کتاب الطہارۃ سے شروع بابیں وجہ کیا یہ کتاب سنن میں ہے اور سنن میں صرف احکام فقیہہ بیان ہوتے ہیں اور احکام فقیہہ میں اہم تر احکام طہارت ہے اسلئے ابو داؤد میں کتاب الطہارۃ کو مقدم کیا گیا، ابن اسعدی شرح ترمذی میں بیس آداب الخلاء لکھے ہیں، محدثین حضرات اس جگہ پر چند الفاظ بیان فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ حدثنی[ع] وحدثنا واخبرنی واخبرنا وانبئنی وانبئنا، حدثنی میں زیادہ تقویت ہے حدثنا سے، محدثین خلف نے حدثنا واخبرنا میں فرق بیان کیا ہے وہ فرق یہ ہے کہ حدثنا تو اس جگہ کہتے ہیں جہاں استاد پڑھتا ہو اور شاگرد سنتا ہو اور اخبرنا وہاں پر کہتے ہیں جہاں پر شاگرد پڑھے اور استاد سے اور لفظ حدثنا میں تقویت ہے اخبرنا سے انبئنا اس جگہ کہتے ہیں جہاں دونوں میں سے کسی نے نہ پڑھا ہو بلکہ ویسا ہی اجازت مل گئی ہو یا لکھ کر بھیجدی گئی ہو، وسط کلام میں لفظ حدثنا سے پہلے قال ضرور

لہ ۷۸ بخاری کیلئے اور ۱۰۰ مسلم کیلئے ۳۰ دونوں کے لئے مشترک ہیں، مقدمۃ اللامع ص ۱۴۱ ع قال القاری اختلفوا فی القراۃ علی الشیخ ہل تساوی السماع من لفظہ اوہی دونہ او فوقہ علی ثلثۃ اقوال فذہب مالک واصحابہ ومعظم اہل الحجاز والبخاری الی التسویۃ بینہما وذہب ابوحنیفۃ وابن ذئب الی ترجیح القراۃ علی السماع من لفظہ وروی عن مالک ایضاً وذہب جمہور اہل المشرق الی ترجیح السماع علی القراۃ علیہ وصححہ زین العراقی والنووی وغیرہما کما بسط فی مقدمۃ اوجز المسالک الی موطا مالک۔ ماشش کوکب ص ۲

مقدر ہوگا اور پڑھا جائے گا، حکم ابو داؤد یہ ہے کہ اسکی روایات صالح للاحتجاج ہیں اور اس کا مرتبہ دوسرا درجہ طبقہ میں ہے۔

تنسیخ کتب:۔ اس زمانے سے پہلے کتابیں چھپا نہیں کرتی تھیں بلکہ تاریخ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمانے میں ایک ایک درس میں سوا سوا لاکھ کا مجمع ہوا کرتا تھا اور اس زمانہ میں طلبہ املاء کیا کرتے تھے اسوجہ سے کتابوں کے ہزاروں بلکہ لاکھوں نسخے ہوا کرتے تھے امام مالک نے جب موطا لکھی ہے اس وقت اس کے مقابلہ میں بھی بہت موطا لکھی گئی، امام مالک نے اپنی موطا کو پانی میں ڈالدیا اور فرمایا کہ اگر یہ کتاب اللہ تعالیٰ کیلئے لکھی گئی ہے تو پانی میں بھی باقی رہے گی اور اگر ایسا نہیں ہے تو پانی میں دھوکر صاف ہوجائیگی لیکن جب پانی میں ڈال دیا تو نسخہ باقی رہا دھلا نہیں، ابو داؤد کے چار نسخے ہیں (۱) ایک ابو بکر محمد بن عبد الرزاق کا ہے[له]، امام بیہقی بھی اس کے نسخے سے نقل کیا کرتے ہیں علماء بیان کیا کرتے ہیں کہ یہ نسخہ دیگر تمام نسخوں سے طویل، اس پر مولوی عاشق بلند شہری کا اعتراض ہے کہ فیہ نظر اذ صرح فی بستان المحدثین ان لا فرق بین روایۃ ابن داؤد اللولوی بالزیادۃ والنقصان (۲) ابو علی ارملی کا ہے (۳) ابو سعید بغدادی[ه] کا ہے (۴) ابو علی لولوی کا انکو لولوتی یا اس وجہ کہتے ہیں کہ انکی دوکان جواہر کی تھی، **تنبیہ**:۔ اصل تو یہ ہے کہ پڑھنے اور پڑھانے پر اجرت لینی نہیں چاہیے بلکہ یہ کام خالص اللہ کے واسطے ہونا لابدی اور لازمی ہے، باوجود اس بات کے میری رائے یہ ہے کہ مہتمم مدرسہ کو مدرس بلا تنخواہ نہیں رکھنا چاہیے کیونکہ وہ مدرس اسباق پڑھانے میں حرج کریگا، یہ حضرت شیخ کی رائے کا دوسرا جز ہے اور پہلی بات

له ذکر فی مقدمۃ بذل المجہود ست نسخ ووجہ التوفیق بین القولین ان ذکر القلیل لاینفی الکثیر کما قال الشیخ فی الاوجز۔ ازم ه ابو سعید احمد بن محمد بن زیاد۔ مقدمۃ بذل المجہود ص ۳

جس کو اصل کے ساتھ تعبیر کی ہے وہ حضرت شیخ کی رائے کا جزء اول ہے، ابو علی انکی کنیت ہے
اور نام انکا محمد بن احمد بن عمرو لولوی ہے ۳۲۹ھ میں ان کا انتقال ہوا، ہمارے مشائخ میں
سے کسی نے ان پر نکیر نہیں کی بلکہ ہمارے مشائخ میں یہ نسخہ مقبول ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ہمارے
اکابر یوں کہتے ہیں کہ یہ نسخہ تمام نسخوں سے اصح ہے کیونکہ یہ نسخہ امام ابو داؤد کا آخری نسخہ ہے لہذا
یہ نسخہ دیگر نسخوں سے اصح ہے اور امام ابو داؤد نے اس نسخہ کو اختیار کیا۔[1]

مراتب اہل حدیث:۔ مشائخ کے کلام سے جہاں تک معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہیں۔[2]
مسند:۔ مسند اس شخص کو کہتے ہیں جو حدیث مع سند پڑھتا اور پڑھاتا ہو، محدث ہونے کے
لئے خاص شرائط کی ضرورت ہے، خاص طور سے مقدار احادیث کا یاد ہونا ضروری ہے کم از کم
بیس ہزار احادیث مع متن و سند یاد ہوں، حافظ حدیث۔ حافظ حدیث اسکو کہتے ہیں
جس کو ایک لاکھ احادیث مع متن و سند یاد ہوں۔ حاکم محدثین کی اصطلاح میں اسکو
کہتے ہیں جس کو جمیع روایات مع متن و سند جرحاً و تعدیلاً صحۃً و سقماً یاد ہوں۔[3]

---

[1] ورواية اللؤلؤي وهو آخر من حدث عنه ولذا يقال لها اصح الروايات الخ بذل ص ۳

[2] مراتب علم حدیث عجالہ نافعہ میں ہے کہ یہ علم جملہ علوم کے لئے نقاد ہے چنانچہ قرآن شریف کا مرتبہ اگرچہ سب سے بڑا ہے لیکن وہ بھی اپنے مضامین میں اس کا محتاج ہے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر سنت نہ ہوتی تو قرآن کو نہ سمجھ سکتے الخ۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ تین درجے ہیں (۱) مسند اس شخص کو کہتے ہیں جو حدیث کو مع سند بیان کرے آہ (۲) محدث وہ شخص جو اپنے رواۃ و مشائخ کو جانتا ہو اور اس کے سوا اس کو مزید معلومات نہ ہوں (۳) حافظ وہ شخص جو اپنے مشائخ کو بھی جانتا ہو اور شیخ الشیوخ کو بھی یعنی اس کے معلومات اس کے مجہولات سے زیادہ ہوں، ہذا ملخص تقریر استاذنا المحترم الحاج الحافظ القاری محمد سعید احمد المفتی بمظاہر علوم سہارنپور۔

[3] وفی حواشی شرح النخبۃ الحافظ فی الاصطلاح من احاط علمہ بمائۃ الف حدیث ثم بعدہ الحجۃ وھو من احاط علمہ بثلثمائۃ الف حدیث ثم الحاکم وھو الذی احاط علمہ بجمیع الاحادیث المرویۃ

آداب تعلیم و متعلم (۱) سب سے پہلے نیت کا ہونا ضروری ہے یعنی خالصًا لوجہ اللہ ہو (۲) مروت کا ہونا ضروری ہے (۳) حضور درس یہ سب سے زیادہ مہتم بالشان ہے کیونکہ یہ علم حدیث نہایت ہی غیور و بے نیاز ہے تھوڑی سی بے توجہی سے بہت سا چلا جاتا ہے اور تھوڑی سی توجہ سے بہت ساری آجاتی ہے (۴) صفوت کا اہتمام بھی ضروری ہے (۵) لباس صلحاء کا اختیار کرنا چاہئے کیونکہ ظاہر کا اثر باطن پر ضرور ہوتا ہے، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے تمام مذاہب کے مقتداؤں کا مولویوں کے لباس جیسے ہیں (۶) مسئلہ ڈاڑھی کا ہے شریعت کے جس قدر احکام ہیں وہ تمہاری سمجھ میں آئے یا نہ آئے لیکن وہ تمام احکام دنیا و دین کے مفاد کے واسطے ہوتے ہیں منجملہ اس کے ڈاڑھی رکھی ہے اس میں بھی بہت سے مفاد ہیں، ڈاکٹروں نے اس ڈاڑھی کے متعلق یہ تحقیق کی ہے کہ اس وقت ولایت میں منھ کی بیماری بکثرت پھیل گئی ہے اس کے متعلق ڈاکٹروں کی تحقیق یہ ہے کہ یہ بیماری ڈاڑھی منڈھوانے کی وجہ سے ہے، فقہاء بیان کرتے ہیں کہ غسل جنابت امر تعبدی ہے یعنی خلاف قیاس مشہور و معروف ڈاکٹروں کی تحقیق ہے کہ بعد انزال منی تمام بدن کو مل کر رگڑ رگڑ کر دھونا ضروری ہے کیونکہ جسم کے اندر جس قدر سمیت ہے، وہ بوقت انزال باہر آتی ہے، اگر اس کو رگڑ رگڑ کر نہ دھویا جائے تو پھر جسم میں بہت ساری بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں (۷) بیٹھنے کی جگہ بہت اچھی ہو کیونکہ یہ درس حدیث ہے

ھ تجاور سنادا و جرحا و تعدیلا و تاریخا کذا قالہ جماعۃ من المحققین انتہی و کذا قال الحسین الخاطر المالکی فی لفظ الدر وقال ایضا المسند بکسر النون من یروی الحدیث باسنادہ سواء کان عن عالم او لیس لہ الا مجرد الروایۃ واما المحدث فہو العالم بطرق الحدیث واسماء الرواۃ والمتون وارفع منہا المفید وہو دون الحافظ واما الحجۃ فہو ارفع من المثبت وقال الزہری لا یولد الحافظ الا فی کل اربعین سنۃ آہ۔ مقدمۃ اوجز المسالک صہ ۷۹/۱۶

سہ ومن آداب الطالب تصحیح النیۃ والاخلاص للہ تعالی فی طلبہ والحذر من التوصل الی اغراض الدنیا فقد روی ابوداؤد وابن ماجہ من حدیث ابوہریرۃ مرفوعا من تعلم علما مما یبتغی بہ وجہ اللہ لا یتعلمہ الا لیصیب بہ عرضا من الدنیا لم یجد عرف الجنۃ یوم القیمۃ آہ مقدمۃ الاوجز صہ ۷۹/۱۶۔

(۸) سبق میں سونا نہیں چاہیئے کتاب کے اوپر ٹیک نہ لگائی جائے کیونکہ کتاب میں کلام رسول
ہے (۹) سبق میں نہ ہنسے خاص کر ایسے مضامین جو کتاب الحدود اور کتاب النکاح میں ہیں
(۱۰) حضرات محدثین کے بہت سے احسانات ہیں اور ان ہی حضرات کی برکات اور کوشش
سے آج ہمارے پاس حضور صلعم کے کلام پاک موجود ہیں اور ائمہ مجتہدین کا بھی ہمارے اوپر
بڑا احسان ہے، لہٰذا ان دونوں طبقوں میں سے کسی ایک کی گستاخی دل میں نہ ہونی چاہیئے
چہ جائیکہ زبان سے کچھ کہے۔ میری طرف سے پیام و نصیحت ہے کہ ان حضرات میں سے کسی کی دل
میں تکدر اور بے ادبی نہ ہو اور میں اس سے بحمد اللہ پاک و صاف ہوں۔ (۱۱) یہ خاص میری
ذات کے متعلق ہے، میرا مسلک ہے کہ کسی دوسرے کی تقریر کو ان کا نام لے کر میرے درس
میں بیان نہ کیا جائے۔ (۱۲) یہ آخری بات ہے تم حضرات علماء کی جماعت ہو اللہ کے بندو تم ہی انصاف
کرو کہ اس مختصر سال میں تمہیں اتنا موقع مل جائیگا کہ تم اس میں مختصر ہونے کے باوجود پھر بھی
فضول کام کرو اور عذر کرو، میرے والد صاحب کے پاس ایک شخص سرحد کا آیا اور اس شخص نے
چودہ سال صرف ایک منطق پڑھی اور کوئی علم اس نے نہیں پڑھا، والد صاحب سے مل کر وہ شخص
اپنے گھر گیا وہاں گھر پر شادی کا انتظام ہو رہا تھا، بہر حال شادی ہو گئی اور بیوی بھی آئی
اور شب زفاف ہوئی، شب زفاف کے دن ان کے پاس ایک طالب علم آیا اور اس نے ان سے
آکر کہا مجھے ابن ماجہ پڑھا دیجئے اور یہ بیچارہ صرف علم منطق پڑھ کر آئے تھے انہوں نے اپنے دل میں
غور کیا کہ افسوس تجھ پر کہ تو نے ۱۴ سال برباد کیا اور جو علم پڑھنے کا تھا وہ علم نہیں پڑھا، آخر
اسی فکر میں تھے کہ بیوی کے پاس جانے کا وقت نزدیک آیا، آخر یہ بیوی کے پاس گئے اور
بیوی کے پیر پکڑے اور کہا کہ اے نیک بخت تو نے ۱۴ ، ۱۸ سال جہاں گذاری میں وہاں چار
ماہ کی مہلت چاہتا ہوں تو مجھے مہلت دے میں ایک حدیث کے استاد کو دیکھ کر آیا ہوں
بالآخر وہ گنگوہ آئے اور سارا واقعہ میرے والد صاحب سے سنا دیا والد صاحب کو اس زمانہ میں

بہت کام تھا بہر حال والد صاحب ان کے پڑھانے کا وقت بعد نماز عشاء نکالا اور رات کے تین چار بجے تک پڑھاتے تھے اور عبارت جناب چچا محمد الیاس صاحب سے پڑھا یا کرتے تھے۔ اس سرحدی کو میں نے کبھی سوتے نہیں دیکھا اور نہ میں نے انکو سالن کے ساتھ روٹی کھاتے دیکھا، والد صاحب نے تمام دورہ چار ماہ کے اندر پڑھا دیا ع

ع اس ناکارہ کے اصول عشرہ جن پر مجھے خاص طور پر زور تھا وہ یہ ہیں۔

(۱) سبق کی غیر حاضری میرے یہاں سخت ترین جرم تھا میرے حاضری کے رجسٹر اس زمانہ کے موجود ہیں سالوں کے درمیان میں (ب) بیماری کی تو کہیں کہیں ملے گی یا (ر) رخصت کی لیکن (غ) غیر حاضری کا برسوں میں بھی تلاش سے مشکل سے ملے گا، ہمارے مدرسہ کے مدرس دوم مولانا منظور احمد خاں صاحب نور اللہ مرقدہٗ بہت ہی رحم دل اور بہت ہی متواضع تھے انکے رجسٹروں میں (غ) بہت ملتا تھا اور انکا خاص مقولہ جو بار بار انہوں نے مختلف سالوں میں طلباء سے کہا کہ زکریا کے سبق میں حاضری کا کوئی ثواب نہیں وہ تو ڈر کے مارے ہے ثواب میرے یہاں کی حاضری میں ہے چونکہ اکابر کا مجھ سیہ کار پر اعتماد تھا اسلئے میری بے جا حرکتوں پر اکابر کی طرف سے دار وگیر نہیں ہوتی تھی میرے یہاں جو طالب علم اس زمانہ میں غیر حاضر ہوتا تو میں اس سے دوسرے دن یہ کہدیتا کہ میں نے تمہارا نام ابوداؤد شریف یا بخاری شریف میں سے کاٹ دیا ہے، بجائے اس کے کہ میں آپ کی شکایت مہتمم صاحب کے یہاں غیر حاضری کی کروں آپ مہتمم صاحب کے یہاں جاکر میری شکایت کریں کہ اس نے بغیر اہتمام کے میرا نام کتاب سے کاٹ دیا ہے اب آپ دوبارہ مہتمم صاحب کا حکم لائیے کہ آپکا نام دوبارہ کتاب میں داخل کردوں میں آپ کا نام کاٹ چکا ہوں۔

(۲) صف بندی کا اہتمام نماز کی صفوف کی طرح سے آگے بیٹھنا کسی کے پیچھے بیٹھنا بے ترتیب بیٹھنا اس سیہ کار کو بہت گراں گذرتا تھا۔

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

بقیہ حاشیہ
(۳) وضع قطع کے اوپر بھی اس سیہ کار کو بہت ہی زیادہ شدت سے اہتمام رہتا تھا علماء سلف کی وضع کے خلاف اس سیہ کار کو بہت ہی گراں گزرتی تھی بالخصوص ڈاڑھی کے معاملے میں اول تو اس زمانہ میں مدرسہ کا فارم داخلہ ہی ایسے شخص کو نہیں ملتا تھا جو ڈاڑھی منڈاتا تھا، لیکن اگر کسی مجبوری سے یا طالب علم کے عہد و پیمان پر داخلہ فارم مل بھی جاتا تو اس سیہ کار کے سبق میں حاضری کی اجازت نہ تھی، ایک صاحب نہ معلوم کس وجہ سے اس فعل حرام کے ارتکاب کے باوجود دورہ میں داخل ہو گئے، اس سال میرے یہاں ابوداؤد شریف ہوتی تھی وہ حضرت مہتمم صاحب اور اکابر مدرسین کی سفارش بھی لائے کہ ان کا نام ابوداؤد میں داخل کر دیا جائے مگر اس سیہ کار نے عذر کر دیا کہ جب تک ڈاڑھی کا نمونہ اپنی آنکھوں نہیں دیکھ لیتا داخلہ سے معذور ہوں، اس طالب علم کو بھی اس پر ضد یا غصہ تھا کہ میرے معاصرین بلکہ بعض اکابرین کے یہاں بھی اس کا نام داخل ہے اور مجھے شدت سے انکار مگر اس سیہ کار نے اپنی بد خلقی کی وجہ سے اخیر تک ان کا نام نہیں داخل کیا، لیکن چند سال بعد ان صاحب کا خط بیعت کی درخواست کے لئے آیا مجھے یاد آگیا میں نے لکھا کہ میری بد خلقی اور تشدد کا تجربہ کر چکے ہو ایسی حالت میں مناسب ہے کہ تم کسی حلیم اور بردبار شیخ کی طرف متوجہ ہو ان صاحب نے بہت اصرار سے لکھا کہ میرے لئے تمہارے جیسے متشدد کی ضرورت ہے۔

(۴) اس ناکارہ کی عادت یہ تھی کہ کتاب الحدود وغیرہ کی روایات میں جو فحش لفظ آگیا یا جیسا انکتہا یا امصص بظر اللات وغیرہ الفاظ ان کا اردو میں لفظی ترجمہ کرنے میں مجھے کبھی تامل نہیں ہوا میں نے کنایہ سے ان الفاظ کا ترجمہ کبھی نہیں بتایا، میرے ذہن میں یہ تھا کہ جیسا اردو میں ان کا ترجمہ ہے ویسے ہی عربی میں ان کے اصل الفاظ ہیں، میں اپنی ناپاک اور گندی زبان کو سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پاک زبانوں سے اونچا نہیں سمجھتا تھا لیکن اسباق کے شروع میں اپنے اصول عشرہ میں اس پر شدت سے متنبہ کرتا تھا کہ ان فحش الفاظ پر

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

بیان سند:۔ میری حدیث کی تین سند میں دو قراۃ کی اور ایک اجازت کی، میں نے اپنے والد مولانا محمد یحیی صاحب سے پڑھی اور انہوں نے مولانا رشید احمد گنگوہی سے اور انہوں نے شاہ مولانا عبد الغنی صاحب سے اور انہوں نے مولانا شاہ عبد الغنی صاحب سے اور انہوں نے مولانا شاہ ابو سعید سے پڑھا، دوسری سند قراۃ کی حضرت سے ہے، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی پانچ سندیں ہیں ایک استاد مولانا مظہر صاحب ہیں (۲) شاہ عبد الغنی صاحب ہیں۔

(۳) مولانا عبد القیوم صاحب ہیں۔

بقیہ حاشیہ اگر کوئی شخص ہنسا جس سے وہ حدیث پاک کے ترجمہ کے بجائے گالی بن جائے تو سبق ہی میں پٹائی کرونگا اور میں خود بھی ترجمہ کرتے وقت ایسا منہ بناتا تھا جیسا بڑا غصہ آرہا ہو جس کی وجہ سے اول تو طالب علم کو ہنسنے کی ہمت ہی نہیں پڑتی تھی لیکن اس پر بھی اگر کوئی بے حیا تبسم بھی کرلیتا تھا تو میں اسکی جان کو آجاتا تھا۔

(۵) کتاب کے اوپر کہنی وغیرہ رکھ دینا بھی جیسا کہ بعض طالب علموں کی عادت ہوتی ہے اس سیہ کار کے یہاں نہایت بے ادبی اور گستاخی تھا، اس پر پہلے ہی دن نہایت زور سے نکیر اور تنبیہ کر دیتا تھا اور اس سے بڑھ کر۔

(۶) کتاب پر کہنی رکھ کر اور ہاتھ پر منھ رکھ کر سونا تو اس سے بھی بڑا سخت ظلم تھا اس پر نہایت شدت سے تنبیہ تو پہلے ہی دن کر دیتا تھا اور اس زمانہ میں اس سیہ کار کا بدن چونکہ نہایت ہی ہلکا پھلکا سوکھی لکڑی کی طرح سے تھا اسلئے بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ طالب علم نے حدیث پڑھی اور میں نے تقریر کی، اور جب طالب علم نے دوسری حدیث شروع کی تو میں اپنی جگہ سے اٹھ کر نہایت پھرتی سے سونیوالے کے ایک تھپڑ مار کر اپنی جگہ بیٹھ جایا کرتا تھا، دورہ کے طلبا نہایت متحیر رہ جاتے کہ یہ کیا ہوگیا مگر چونکہ لوگوں کو میری عادت معلوم ہوگئی تھی اسلئے وہ سمجھ جاتے کہ کوئی غریب سو گیا ہوگا، میں اس میں اکابرین مدرسین کی اولاد اور مخصوصین کی بھی بالکل رعایت نہیں

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

باقی دو سندیں حضرت کی حجاز کی ہیں، میری تیسری سند حضرت مولانا عنایت علی صاحب سے ہے۔

والله اعلم بالصواب

ہ کرتا تھا، میرے حضرت مرشدی میرے آقا نور اللہ مرقدہٗ اعلی اللہ مراتبہ کے ایک عزیز کی بھی عادت تھی، مجھے کئی دفعہ اس کے ساتھ یہ عمل کرنا پڑا۔ میرے حضرت کے یہاں شکایت بھی ہو گئی، مگر میرے حضرت کو اللہ تعالی بہت ہی بلند درجہ عطا فرمائے، میری شکایت پر ہمیشہ ہی تسامح فرمایا بلکہ طرفداری فرمائی، اس شکایت پر بھی میرے حضرت کا جواب یہ تھا کہ میں اس کو (زکریا کو) تنبیہ کروں کہ تم نے حدیث کی بے ادبی پر کیوں مارا۔

(۷) حدیث پاک کے سبق میں خاص طور سے بیٹھنے پر بھی میں خصوصی تنبیہ شروع سال میں کر دیتا تھا کہ چوکڑی مار کر نہ بیٹھیں، دیوار سے ٹیک لگا کر نہ بیٹھیں، حدیث پاک کی کتابوں کا نہایت ادب ظاہراً اور باطناً ملحوظ رکھیں کسی نقل و حرکت سے حدیث کی کتاب کی بے ادبی ظاہر نہ ہو۔

(۸) لباس پر بھی میں خصوصی تنبیہ شروع میں کر دیتا تھا، میں ان سے کہا کرتا تھا کہ دنیا میں سیکڑوں مذاہب اور سیکڑوں طریقے لباس کے ہیں، مگر ایک چیز میں تم خود ہی غور کرو کہ مقتداؤں کا لباس ایک ہے یعنی لمبا کرتا لمبا چوغہ چاہے مسلمان ہو چاہے پادری ہو چاہے مجوس ہوں چاہے ہندو ہوں۔ بالخصوص اونچا کرتا سرین تک اور تنگ پائجامہ کی تو میں بہت تشنیع کیا کرتا تھا کہ ایسے لوگوں کی نماز کی صف اول میں ہرگز کھڑا نہیں ہونا چاہیے کہ وہ زبان حال سے دوسروں کو بے حیائی کے ساتھ اپنے اعضائے مستورہ کا حجم دکھلاتے ہیں۔

(۹) ائمہ حدیث اور ائمہ فقہ کے ساتھ نہایت ادب اور نہایت احترام اور ان پر اعتراض چاہے قلبی کیوں نہ ہو ہرگز نہ کیا جائے، بعض لوگ حنفیت کے زعم میں دوسرے ائمہ پر اور بعض بیوقوف ائمہ حدیث پر تنقیدی فقرے کہتے ہیں یہ مجھے بہت ہی ناگوار ہوتا تھا، میں نے قطب الارشاد حضرت گنگوہی کا ایک مقولہ بچپن میں سنا تھا، غالباً تذکرۃ الرشید میں یہ قصہ لکھا بھی گیا کہ حضرت قدس سرہ نے حنفیت کی تائید میں کوئی تقریر فرمائی جس پر طلبا جھوم گئے کسی نے جوش میں کہدیا کہ

بقیہ حاشیہ
اگر حضرت امام شافعی صاحب رضی اللہ عنہ بھی اس تقریر کو سنتے تو رجوع فرما لیتے تو حضرت قدس سرہ نے فرمایا توبہ توبہ استغفر اللہ، حضرت امام ربانی اگر موجود ہوتے تو میری تقریر ایک شبہ ہوتی اور حضرت مجتہد اس کا جواب فرما دیتے، اب چونکہ ائمہ مجتہدین موجود نہیں ہیں انکے اقوال ہمارے سامنے ہیں، ان اقوال میں ہم امام ابوحنیفہ کے اقوال کو اقرب الی القرآن والحدیث پاتے ہیں اسلئے اسکی تائید کرتے ہیں ورنہ مجتہدین میں سے کوئی ہوتا تو انکی اتباع بغیر چارہ نہ ہوتا او کما قال۔

(۱۰) مجھے اس پر بھی بہت زور تھا اور ابتداء ہی میں طلبا کو اس پر متنبہ کر دیا کرتا تھا کہ معاصر مدرسین کا کوئی قول آپ نقل کریں تو شوق سے مگر اس کا نام ہرگز نہ لیں، اس سلسلہ میں چونکہ حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب نور اللہ مرقدہ صدر المدرسین کے یہاں ترمذی شریف ہوتی تھی اور اس سیہ کار کے یہاں ہمیشہ ابو داؤد اور ان دونوں کی روایات ابواب فقہیہ کے طرز پر ہوتی تھیں اور اس زمانہ میں طالب علم کچھ سمجھدار بھی تھے وہ میری اور مولانا مرحوم کی تقریر میں جب اختلاف پاتے تو بڑے زور سے مجھ پر یا مولانا پر اعتراض کرتے، مجھے معلوم ہوا تھا کہ مولانا مرحوم نے بھی اپنے سبق میں اس پر نکیر کی تھی کہ تم شیخ کا نام لے کر مجھے مرعوب کرنا چاہتے ہو جو اعتراض کرنا ہو کرے بغیر شیخ کے نام کے کیا کرو، میں نے بھی اس پر کئی سالوں میں کئی دفعہ طلبا پر نکیر کی کہ مولانا کا نام لے کر اعتراض ہرگز نہ کریں کہ مولانا کا نام سننے کے بعد اس پر رد کرنا بے ادبی ہے اور سکوت کرنا اپنی رائے کے خلاف قبول کرنے کے ہم معنی ہے۔

حدیث کی کتابیں تو دوسرے مدرسین کے یہاں بھی ہوتی تھیں مگر اس سیہ کار اور مولانا کے سبقوں میں یہ چیزیں کثرت سے پیش آیا کرتی تھیں، تلک عشرۃ کاملۃ پر یہ ناکارہ شروع ہی میں ایک زوردار تقریر کرتا تھا اور پھر سال بھر تک ان میں سے ہر نمبر کے خلاف

لما کانت سلسلة اسانیدنا الهندیة کلها تدور علی الشیخ الاجل مولانا عبد العزیز نوّر الله مرقده وهکذا تصویرها

حضرت الشاہ عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الشاہ ابو سعید رح — الشاہ اسحٰق رح — مولانا رشید الدین رح

مولانا مملوک علی رح

الشاہ عبد الغنی رح — عبد القیوم — مولانا احمد علی رح — مولانا محمد مظہر رح

بسند الشیخ عابد السندی عن الشیخ صالح الفلانی

حضرت الشیخ مولانا رشید احمد قراءۃ — مولانا خلیل احمد اجازۃ وقراءۃ — مولانا عنایت الٰہی رح — مولانا الشیخ خلیل احمد رح

[illegible]

اجازت — اجازت

والد الشیخ مولانا محمد یحییٰ رح

مولانا الشیخ محمد زکریا رح — مولانا الشیخ محمد زکریا رح — مولانا الشیخ محمد زکریا رح

محمد امام الدین غفرلہٗ

بقیہ حاشیہ

پر تنبیہ کرتا تھا۔ اس نمبر پر میں نے ایک چیز لکھوائی ہے کہ میرے حضرت کے یہاں اس نابکار کی شکایات تو ہوتی رہتی تھیں، کچھ سچ بھی ہوتی تھیں اور کچھ حاسدین کی شفقتوں کا بھی ظہور تھا، مگر میرے حضرت کو اللہ بہت ہی بلند درجے عطا فرمائے، مجھے یاد نہیں کہ کسی شکایت پر اس سیہ کار پر عتاب ہوا ہو، اسی واسطے اخلاق درست نہ ہوئے۔